تعمیر حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

مسلمانوں کے لئے راہِ عمل

"ہم یہاں اس لئے آئے ہیں کہ اللہ کے بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں داخل کریں۔ دنیا کی تنگی سے نجات دیکر وسعت وکشائش کی راہ دکھائیں ظلم وجور سے بچا کر عدل وانصاف کی فضا میں لائیں۔ بنی آدم ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں انکے درمیان برادرانہ محبّت قائم ہونی چاہئے۔ ہماری نظر میں انسانوں کے درمیان شریف و کمین کی تقسیم صحیح نہیں ہے ہم انسانوں کی خود ساختہ اونچ نیچ کے قائل نہیں ہیں۔ ہم تمام آدمیوں کو ایک ہی اصل کی شاخیں سمجھتے ہیں اور سب کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہتے ہیں۔ ملک گیری اور کشور کشائی ہمارا مقصد نہیں ہے۔ ہم انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے آئے ہیں۔ اگر ہماری بات مان لی جائے تو ہم واپس لوٹ جائیں گے۔"

مذکورہ بالا الفاظ میں عرب قاصدوں نے امرائے ایران اور شاہِ ایران کے سامنے اپنے مقاصد پیش کئے۔ یہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے مبارک عہد کا واقعہ ہے۔ مسلمان جب سرزمین عرب سے باہر نکلے اور روما وایران کی حدود میں داخل ہوئے تو ان کے دلوں میں یہی پاک خیالات تھے اور وہ نوع انسانی کی خیر خواہی وہمدردی کے غیر معمولی جذبات اپنے سینوں کے اندر رکھتے تھے۔ ملکوں کا فتح کرنا، سلطنتیں قائم کرنی، مال ودولت کے انبار لگانے اور عیش وعشرت کی زندگی بسر کرنا اُن کا مقصد نہ تھا، درحقیقت وہ نوع انسانی کی پریشانیوں سے دلگیر تھے۔ اُن کا مقصود یہ تھا کہ ظلم وستم کے مارے ہوئے انسانوں کو امن وسکون اور راحت وآرام نصیب ہو۔ سلاطین وامراء کی چوکھٹوں پر جھکے ہوئے سروں کو اُٹھا کر وہ رب العالمین کے سامنے سربسجود کرنا چاہتے تھے، وہ ہر قسم کی مشکلیں عوام الناس کی راہ سے دور کرنا چاہتے تھے۔ اپنی راحت وآرام کا ذرہ برابر بھی خیال نہ تھا بلکہ ان کی دلی آرزو یہی تھی کہ خود تکلیف اُٹھا کر دوسروں کو آرام پہونچائیں۔ وہ شاہانہ شکوہ وجبروت سے ناآشنا اور امیرانہ عیش وعشرت سے کوسوں دُور تھے۔ اُن کے حکمرانوں کو بادشاہت کا لفظ بھی گوارا نہ تھا۔ وہ موٹا جھوٹا کھا کر اور پھٹا پُرانا پہن کر انسانوں کی خدمت کیا کرتے تھے، وہ کسی معاملے میں اپنی فوقیت اور ترجیح کے روادار نہ تھے بلکہ ملک کے معمولی سے معمولی باشندے کی ضرورت کو اپنی ضروریات پر ترجیح دیتے تھے اور سارے ملک کو کھلا کر خود کم سے کم پر گزر کرتے تھے۔

(مولانا عبد السلام قدوائی ندوی)

تعلیم القرآن

از: مولانا محمد اویس نگرامی ندوی

یتیموں کے ساتھ برتاؤ

والیتامیٰ (نساء ۶) اور نیکی کرو یتیموں کے ساتھ۔

جس بچہ کا باپ مر جائے اس کو یتیم کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یتیموں کے ساتھ بھلائی کرو، سختی کا برتاؤ نہ کرو اور نہ ان کو دبا کر رکھو کہ ان کی نشوونما کی قوت فنا ہو کر رہ جائے۔ فرمایا:

فاما الیتیم فلا تقہر (ضحیٰ) سو یتیم کو دباؤ نہیں۔

جو لوگ یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے ہیں ان کو خیال کرنا چاہیے کہ اگر وہ بھی اپنے چھوٹے بچوں کو چھوڑ کر مر جائیں اور دوسرے لوگ ان بچوں کے ساتھ اسی طرح برتاؤ کریں تو ان کا کیا حال ہو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کا سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ بھلائی کی جا رہی ہے، اور سب سے بُرا وہ گھر ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ بُرائی کی جاتی ہو! فرمایا میں اور کسی یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں یوں دو انگلیوں کی طرح قریب ہوں گے!

حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ کسی یتیم کو ساتھ لیے بغیر کھانا نہ کھاتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے خاندان اور انصار کی یتیم لڑکیوں کو اپنے گھر لے جا کر دل و جان سے پالی تھیں۔ یتیم بچوں کے مال کو بددیانتی اور فضول خرچی سے خرچ نہ کرنا چاہیے جس میں ان یتیموں کا فائدہ ہو وہاں ان کا مال خرچ کیا جا سکتا ہے، حضرت عائشہؓ یتیموں کے مال کو تجارت میں صرف کرتی تھیں تاکہ ان کی دولت بڑھے!

جب تک یتیم سمجھدار نہ ہو جائیں ان کے سپرد ان کا مال نہ کرنا چاہیے۔ اور جب وہ اپنا نفع نقصان سمجھنے لگیں تو ان کا مال ان کے سپرد کر دینا چاہیے۔

محتاجوں کے ساتھ برتاؤ

والمساکین (نساء ۶) اور مسکینوں کے ساتھ نیکی کرو۔

محتاج اور غریب آدمیوں کے ساتھ بھلائی کرنا، ان کی ضرورتوں کا پورا کرنا مسلمان پر ایک حق ہے! اس کو ادا کرنا چاہیے۔

آدمی اپنی دولت پر غرور کر کے کسی ضرورت مند سے بے پروائی نہ برتے اور یہ نہ سمجھے کہ اس کو کبھی کسی دوسرے کی ضرورت نہ پڑے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے گا خدا اس کی ضرورت پوری کرے گا اور جو کسی مسلمان کی مصیبت کو دور کرے گا، اللہ قیامت کی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو اس سے دور کرے گا۔

صحابہ کرام ضرورت مندوں کی تلاش میں رہتے تھے۔ حضرت زبیرؓ کا انتقال ہوا تو انہوں نے لاکھوں روپیہ قرض چھوڑا، ان کے لڑکے حضرت عبد اللہؓ اس کی ادائیگی کی فکر میں تھے ایک بار حضرت حکیم بن حزامؓ سے ملاقات ہوئی، تو انہوں نے کہا یہ قرض کیسے ادا کرو گے، اگر مجبور ہو جاؤ تو مجھ سے کہنا میں مدد کروں گا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ عام طور سے کسی مسکین کے بغیر کھانا نہ کھاتے تھے۔ حضرت حارثہؓ کی آنکھیں جاتی رہیں تو دروازہ سے ایک دھاگا اندر رکھا تھا، جب کوئی مسکین آتا۔ تو ٹوکری سے کچھ کھجوریں لے لیتے اور دھاگے کے سہارے دروازہ تک جا کر اس کو دے دیتے۔

اگر کوئی ضرورت مند کسی قسم کی مدد مانگے، وہ مدد جسم کی ہو یا مال کی، یا علم کی تو اس کے سوال کو سختی سے رد نہ کرنا چاہیے، امکان بھر اس کو پورا کرنا چاہیے اور پورا کرنا ناممکن ہو تو نرمی سے عذر کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

واما السائل فلا تنہر (ضحیٰ) اور تو سوال کرنے والے کو جھڑکا نہ کر۔

مدد کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ کسی دوسرے سے اس کی مدد کی سفارش کر دی جائے اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ جو نیک بات کی سفارش کرے گا، تو اس کے ثواب میں اس کا بھی حصہ ہو گا اور جو بُری بات کی سفارش کرے گا تو اس کے گناہ میں وہ بھی حصہ پائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی ضرورت مند آتا، تو آپ صحابہ سے فرماتے کہ تم سفارش کرو تو تمہیں بھی ثواب ملے گا۔

محسنِ انسانیت نے فرمایا

- جس نے کوئی درخت لگایا اور اس درخت کے پھلوں سے کسی انسان یا جانور کو فائدہ پہونچا تو درخت لگانے والا عند اللہ ماجور ہے۔
- قلوب کا یہ فطری خاصہ ہے کہ جب کوئی کسی کے ساتھ احسان اور مروت کا برتاؤ کرتا ہے تو وہ اپنے محسن سے محبت کرتے ہیں۔
- جب بندے کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں اور اس کے اعمال میں کوئی ایسی بھلائی کی نہیں ہوتی جو اس کے گناہوں کا کفارہ ہو سکے تو خدا اسے رنج و غم میں مبتلا کر دیتا ہے تاکہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔
- جو چیز تمہیں خریدنی نہیں ہے اس کا بھاؤ مت چڑھاؤ۔
- غلے کو روک کر بیچنے والا ملعون ہے۔
- کام لینے سے پہلے مزدور کو اس کی اُجرت بتا دو۔
- جو رزق حلال کے لیے محنت مزدوری کرتا ہے اور رات تھک کر گذارتا ہے، اللہ اس سے راضی ہوتا ہے۔
- کسی مجلس میں بیٹھو تو پہلے سلام کرو اور جب اٹھو تب بھی سلام کرو۔
- مسلمان بھولا اور فیاض ہوتا ہے۔ بد معاش، چالاک اور کنجوس نہیں ہوتا۔
- جس کی بہتری اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتی ہے اسے نیک بخت دوست عطا فرماتا ہے کہ اگر وہ (کوئی امر الٰہی) بھولے تو وہ اسے یاد دلا دے۔
- لوگو جھوٹی شہادت (گناہ میں گویا) شرک کے برابر ہے۔
- کسی کو پانی اور نمک سے روکنا جائز نہیں۔
- دنیا کی بہترین متاع نیک بخت بیوی ہے۔
- جو شخص کسی ایسی بنجر آباد زمین کو آباد کرے جو کسی کی ملک نہیں تو وہ اس زمین کا حقدار ہے۔
- جس نے افتادہ اور بنجر زمین پر کھیتی کی تو اس کا بھی اجر و ثواب ہے۔
- خدا تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔
- آخر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دین کے ذریعہ اپنی دنیا کماتے پھریں گے ان کی زبانیں قند سے زیادہ شیریں اور ان کے دل بھیڑیوں کے سے ہوں گے۔
- اپنی مرادات میں ان کے مخفی رکھنے سے مدد لو یعنی اپنے رازوں کو چھپاؤ۔
- مومن دعا دیتا ہے، لعنت کرنے والا، فحش گو نہ بے شرم و بے حیا یعنی یہ چیزیں ایمان کی شایانِ شان نہیں۔
- کسی نے عرض کیا نجات کا راستہ بتائیے فرمایا اپنی زبان کو روک، اپنے گھر میں بیٹھ اور اپنے گناہ پر رویا کر۔
- بخدا تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں جب تک میں اسے جان و مال اور اولاد سب سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔
- جو کوئی ہمیشہ روزہ رکھے، تو اس کا نہ روزہ ہے نہ افطار یعنی بکثرت روزہ داخل عادت ہو کر بے مقصد ہو جاتا ہے۔
- خدا تعالیٰ اگر ایک انسان کو تمہارے ذریعہ (کیو کاری کی) ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹ سے بہتر ہے۔
- تم میں بہت اچھے وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو خدا یاد آ جائے۔
- جس نے اپنی قدر پہچانی نجات پائی۔
- طعام کے بعد سونف کھانا برا چاہیے۔
- مرد کبھی بری بات پر اختیار رکھتا ہے (سوچ سمجھ کر بات زبان سے نکالو)
- مرد اپنے دوست کے ساتھ ہوتا ہے۔
- بنی آدم کے تمام دل اللہ کے قبضہ و اختیار میں ہیں۔ جس طرح ایک دل ہو اور وہ پھر جاتا ہے اس کو پھیر دیتا ہے۔
- خدا کی راہ میں مارا جانا ہر گناہ کو مٹا دیتا ہے مگر قرض کو نہیں مٹاتا۔
- سب سے بہتر بکرا، آدمی عقلی اسی میں ہے۔

زر اشتراک اندرون ہند مع محصول ڈاک،
سالانہ ۱۲ روپے ششماہی سات روپے
فی پرچہ ۵۰ پیسے
بیرون ہند مع محصول ڈاک
بحری ڈاک سے ایک پاؤنڈ سالانہ
ہوائی ڈاک سے امریکہ ۷ ڈالر
یورپین ممالک ۳ پونڈ
افریقہ، مشرق وسطیٰ اور مشرق بعید کے ممالک ۲ پونڈ
پاکستان: ۳۰ روپے
بنگلہ دیش: ۱۵ روپے

تعمیر حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۱۴ | ۲۵ اپریل ۱۹۷۷ء | ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ | شمارہ نمبر ۱۲

اسحاق جلیس ندوی

ملک کے موجودہ حالات اور مسلمان

مارچ ۱۹۷۷ء کے انتخابات کے حیرت انگیز نتائج نے ملک کی تاریخ میں ایک نئے باب کا آغاز کر دیا ہے۔ سیاسی ماحول اور حالات میں ملک کی مرکزی قیادت میں تبدیلی آئی ہے وہ صحت مند رجحانات، سیاسی شعور کی پختگی اور بیدار مغزی کی آئینہ دار ہے۔ ملک کی سب سے بڑی اقلیت کی حیثیت سے مسلمانوں نے قیادت کی اس تبدیلی میں مؤثر کردار ادا کیا ہے۔ اس کا اعتراف [illegible] وہ ہر سنجیدہ طبقہ کر رہا ہے اور ان جماعتوں کے کارکنوں اور رہنماؤں کو بھی ہے جو مسلمانوں کو ایک مخصوص جماعت کا حاشیہ بردار سمجھ کر [illegible] نشانہ بنایا کرتے تھے۔

موجودہ انتخابات کا ایک گراں قدر پہلو یہ ہے کہ اس نے مذہب، ذات، برادری، خاندان اور علاقائی عصبیت کے امتیازات اور عصبیتوں کو وقتی طور پر ختم کر دیا ہے۔ آزاد ہندوستان کے ۳۰ سالہ دور میں پہلی بار رائے دہندگان نے ان بتوں کو توڑ دیا جن کے سہارے ہماری مقننہ کی نصف سے زائد تعداد کامیاب ہوتی رہی۔

فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور صلح و آشتی کی موجودہ فضا کو برقرار رکھنے اور اسے مستحکم و پائدار بنانے کی غرض و کوشش برابر جاری رہنا انتہائی ضروری ہے۔ اس سلسلے میں مسلمانوں کو خاص طور پر سنجیدگی اور رواداری کا ثبوت دینا ہوگا۔ انہیں اپنے حلقوں میں ایسے [illegible] عناصر کی حوصلہ افزائی نہیں کرنی چاہیے جو [illegible] تقریروں کے ذریعہ فضا کو مسموم اور مخالفین کو تحد اور نفرت کو مشتعل کر کے اپنے محدود مفادات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر کسی فرقے کے اس عنصر پر بھی کڑی نظر رکھی ہوگی جو اس فضا کو سبوتاژ کرنے کی سازش و کوشش میں مصروف ہے۔

اس ملک میں مسلمانوں کو جرأت کا ثبوت دینا ہے [illegible] موجودہ انتخابات نے [illegible] ہیں۔ غیر مسلم لیڈروں کی اکثریت میں دیانت دار [illegible] رہنماؤں اور کارکنوں کی حیثیت سے [illegible] مسلمانوں کو اپنے احساسات اور اپنا جذبہ [illegible] اللہ تعالیٰ نے انہیں غیب سے فراہم کر دیا! [illegible] مسلمانوں سے اس وجہ سے ملاقات و گفتگو کے لئے وہ [illegible] اب [illegible] حالات کا جائزہ [illegible] ملک و ملت کے لئے [illegible]

ملک کے موجودہ حالات میں [illegible] دور میں مطالبہ کر کے [illegible] سنجیدگی اور متانت کے ساتھ حل کیا جانا چاہیے۔ اس پر وہی منصف اور معتدل [illegible] حقوق [illegible] ہندوستان کے مسلمان [illegible] حالات کا تقاضہ ہے [illegible] وکیل اور ان کے حقوق کا پاسبان بن جائے۔

لیکن سیاسی اغراض و مقاصد کی سازش و کوشش اور خود مسلمانوں کی بے وزن اور انتشار سیاسی اور سماجی قیادت [illegible] موجودہ حالات نے اس کا موقع فراہم کر دیا ہے کہ [illegible] ملک کے مسلمان اور [illegible] روایات بھی ہوں۔

مذکورہ بالا کی ہم بھی اس بات سے بھی احتیاط برتنی ضروری ہے کہ اسے سستی شہرت اور مقبولیت کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ یہ بڑی سطحی بات اور غیر دانشمندانہ عمل ہے کہ جب کبھی کسی مسئلہ میں حکام سے گفتگو کے لئے جانا ہے تو ہماری طرف سے پریس میں اس کی پبلسٹی کو غیر ضروری اہمیت دی جاتی ہے۔ یہ طبیعت ہمارے کاز کو بڑا نقصان پہنچاتی ہے۔ ہمارے مسائل تو جوں کے توں رہتے ہیں لیکن ملک کی اکثریت کا یہ تاثر ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ خصوصی رعایت کا معاملہ ہو رہا ہے۔ اس خود نمائی و شہرت سے ان برادران وطن کی بھی بدگمانی بڑھتی ہے جو مسلمانوں کے مسائل سے ہمدردی اور دلچسپی رکھتے ہیں، کیونکہ مسلم اقلیت کی خاطر غیر مسلم اکثریت کی ناراضگی مول لینے کا سودا انہیں گراں پڑ سکتا ہے۔ ملت کی تاریخ میں خوش فہمی سے عبرت انگیز تائج پیدا ہوئے ہیں۔

مسلمانوں کی علیحدہ سیاسی تنظیم کی کلیتاً نفی ہم نہیں کرتے لیکن اس کی علی اور ملکی افادیت کے سلسلے میں واقعات و حالات اور حقائق و دلائل کی روشنی میں جائزہ لینا ضروری ہے۔ ہندوستان کی حد تک تو یہ تجربہ سودمند ثابت نہیں ہو رہا ہے بلکہ اس نے ہمارے اتحاد و وقار اور ہمارے مزاحمت کے منصب و حیثیت کو نقصان پہنچایا ہے۔

پارلیمانی سیاست کی بساط پر کوشش وجد وجہد کے بعد افراد و وسائل کی وافر مقدار جو کسی مرکزی یا کسی ریاستی مقننہ میں ہم اپنے دو تین ممبران منتخب کرانے میں کامیاب بھی ہو جاتے ہیں تو اس کا بھی وہ فائدہ محسوس نہیں ہوتا جو ہماری جان و مال کی اتنی بڑی قربانی کا نعم البدل یا بدل کہا جا سکے۔

مسلم سیاسی تنظیموں کے لیڈروں کی ایک بد توفیقی یہ ہے کہ وہ نمائندگی کا دعویٰ تو پوری ملت کا کرتے ہیں لیکن اپنے سیاسی موقف کے تعین اور اہم سیاسی فیصلوں میں اپنی پارٹی کے علاوہ ملت کے دیگر مخلص دانشوروں اور علماء سے رائے اور مشورہ لینا اپنی پالیسی کے خلاف سمجھتے ہیں۔ انہیں اس کا خیال نہیں رہا ہے کہ کسی فیصلہ کا اثر پوری قوم پر پڑے گا۔ ایک مسلم سیاسی جماعت کی گذشتہ ۳۰ سالہ کارکردگی ملت کے لئے بڑی حوصلہ شکن رہی ہے اور آج بھی اس جماعت کا یہ حال ہے کہ وہ پوری ملت بلکہ اپنی جماعت کے چند افراد کے مفاد کو ترجیح دے کر عوام و ملت کے علمبرداروں سے بھی سیاسی سمجھوتہ کر لیتی ہے۔

مسلم سیاسی تنظیم کے پلیٹ فارم سے جو لیڈر جنم لیتے ہیں [illegible] ان کا کوئی ضابطہ اخلاق طے نہیں کیا جاتا، نتیجہ یہ کہ وہ محض ہیجان و جوش کی خاطر اپنے حق میں ماحول بنانے کے لئے عوام کی غلط تربیت کرتے ہیں، فضا میں کشیدگی پیدا کرتے اور برادران وطن کو بدظن کر دیتے ہیں جو ملت کی خدمت کے اس پلیٹ فارم سے انجام دی جاتی ہے۔

دنیا کے ہر ملک میں مذہبی، لسانی اور نسلی اقلیتیں ہیں۔ لیکن معدودے چند کے علاوہ کہیں بھی اقلیتوں کی علیحدہ سیاسی تنظیم نہیں۔ ان ممالک کی اقلیتیں جداگانہ سیاسی تنظیم کی بجائے اس طریقہ کار کو اپناتی ہیں جو انہیں ملک کے سیاسی اور سماجی حالات پر اثر انداز ہونے کے مواقع فراہم کرے۔

امریکہ میں یہودی اقلیت کی کوئی علیحدہ سیاسی تنظیم نہیں ہے۔ لیکن دنیا جانتی ہے کہ امریکہ کی سیاسی اور اقتصادی زندگی پر یہودیوں کا کتنا زبردست اثر ہے۔

سابق مشرقی پاکستان اور موجودہ بنگلہ دیش میں ہندوؤں کی علیحدہ سیاسی تنظیم سرگرم عمل نہیں تھی لیکن وہاں کی ہندو اقلیت نے انقلاب و قیادت میں ہمیشہ مؤثر رول ادا کیا۔

کیا یہ تجربہ ہندوستان کی مسلم اقلیت نہیں کر سکتی۔

آج کل جو اس تحریک و دعوت پر غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں جو "کل ہند حلقہ پیام انسانیت" کے نام سے اس ملک میں چلائی جا رہی ہے۔ ملک میں مسلمانوں کے اصل مقصد و مشن کی افادیت اور اہمیت کا احساس پیدا کرنے میں ہم نے دینی تحریکات کی روشنی میں اسے مفید پایا ہے۔ اس ملک کے ۶۵ کروڑ انسانوں تک انسانیت کا پیغام پہنچانے کے لئے تحریک پیام انسانیت کا سہ روزہ کنونشن ۲۰، ۲۱، ۲۲ مئی ۱۹۷۷ء لکھنؤ میں منعقد ہوگا۔

تاریخ راجستھان — ٹونک — ایک یادگار دن

۲۷ شوال المکرم سنہ ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۰ اکتوبر سنہ ۱۹۷۶ء کا دن مسلمانان راجستھان خصوصاً مسلمانان ٹونک کے لئے بڑا ہی سعید اور مبارک دن تھا۔ آج کے دن راجستھان کے ایک دینی اور تعلیمی ادارے کا سنگ بنیاد ہندوستان کی مایہ ناز علمی و ادبی شخصیت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے دست مبارک سے رکھا گیا۔ اس [illegible] جس کا سنگ بنیاد آج رکھا جا رہا ہے شہر سے فاصلہ پانچ میل ہے۔ اس لئے جانے کے لئے بسوں کا انتظام کیا گیا تھا، لیکن مسلمانوں پہ سرور کا یہ عالم تھا کہ نماز فجر ادا کرتے ہی فرط مسرت و شوق سے پیدل ہی چل پڑے، اور ہر شخص کی یہی تمنا و آرزو تھی کہ جلد از جلد پہونچ جائے۔

جلسہ کا آغاز قاری رحمت اللہ صاحب (صدر مدرس مدرسہ تجوید القرآن) کی تلاوت سے ہوا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد خطبۂ استقبالیہ پیش کیا گیا، اور اس کے بعد حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی مدظلہ العالی، ناظم ندوۃ العلماء نے ایک پُرمغز و پُراثر تقریر فرمائی۔ حاضرین جلسہ نے مولانا موصوف کی اس تقریر کو ہمہ تن گوش ہو کر سنا اور بیحد متاثر ہوئے۔ افادۂ عام کے لئے اس تقریر کو ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے قلمبند کر کے شائع کیا جا رہا ہے۔

(محمد ضیاء الرحیم جے پوری متعلم ندوہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ

(ھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا وینشر رحمتہ وھو الولی الحمید)

جناب صدر، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب، مولانا عبدالحی تاباں، سید فاروق حسن صاحب، علمائے کرام، معززین راجستھان و حاضرین مجلس!

میں آپ حضرات کی اس عزت افزائی کا شکر گذار بھی ہوں اور اس سے محجوب اور شرمندہ بھی کہ آپ نے اس قسم کے اعزاز کے لئے میری حقیر ذات کا انتخاب کیا، میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں کہ جب میں خطبۂ استقبالیہ میں اپنے متعلق تعریفی الفاظ سن رہا تھا تو کس قدر پانی پانی ہو رہا تھا، [illegible] اگر آدمی اپنی حقیقت نہیں پہچانتا تو وہ کچھ بھی نہیں پہچانتا، میں اس لحاظ سے اس تحریر [illegible] کی خدمت انجام دینے کی ضرورت [illegible] کہ میں ایک طالب علم ہوں میرا ایک علمی خاندان سے تعلق ہے اس میں میں کسی [illegible] اور خاکساری کی ضرورت نہیں سمجھتا، اس راجستھان کے ایک مردم خیز علاقہ سے بھی میرا قدیم خاندانی تعلق رہا ہے [illegible] مزید سفارش کرتی [illegible] اعزاز آپ نے مجھے عطا فرمایا ہے وہ ایک [illegible] ہے میرا ایک [illegible] جسم [illegible] نہیں آتی اور جس کی کوتاہ دامنی کا اعلان کرتی ہے اور اس کے لئے باعث شرمندگی ہے لیکن سچ ہے۔

بر کریماں کارہا دشوار نیست

میں اس سے زیادہ کچھ عرض کرنا نہیں چاہتا کہ شاید یہ بھی کسی تصنع اور بے جا خاکساری پر محمول کیا جائے۔

خزاں رسیدہ انسانیت کے ساتھ

اللہ تعالیٰ کا فیصلہ:

حضرات! ابھی ابھی جو آپ کے سامنے آیت پڑھی ہے اس کا انتخاب میں نے قاری صاحب کی قرأت سے کیا ہے اور اس نے میری بڑی رہنمائی کی ہے اور قرآن مجید اسی طرح ہمیشہ رہنمائی اور مشکل کشائی کرتا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا وینشر رحمتہ وھو الولی الحمید۔

اللہ وہ ہے جو بارش کو نازل فرماتا ہے، حقیقت میں غیث کا ترجمہ بارش پورا ترجمہ نہیں ہے۔ غیث اس مینہ کو کہتے ہیں جو عین وقت پر مدد کرے، عین وقت پر مشکل کشائی کرے، فریاد رسی کرے، دستگیری کرے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح کسی جاں بلب مریض کے حلق میں آب حیات کے کچھ قطرے ٹپکا دئے جائیں، اس کو کوئی داروئے حیات مبارک دیا جائے۔ اس طرح سے سوکھتی ہوئی ٹھٹھکتی ہوئی کھیتی ہوئی اور دم توڑتی ہوئی زمین پر اللہ تعالیٰ آب حیات کے قطرے برسایا کرتا ہے — ھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا۔ وہ فریاد رسی فرماتا ہے اور زندگی کا سامان پیدا کرتا ہے انسانوں کے لئے اس کے بعد کہ وہ مایوس ہو چکے ہوتے ہیں ان کی آنکھیں آسمان سے لگی ہوتی ہیں وہ بڑے ارمان اور حسرت کے ساتھ آسمان کی طرف دیکھتے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پانی برسا کر سوکھی کھیتی کو ہرا کر دے۔ ھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا وینشر رحمتہ وھو الولی الحمید۔ اور اپنی رحمت کا دامن پھیلا دیتا ہے اور اپنی رحمت کی ہوائیں چلاتا ہے اور وہ الولی الحمید ہے یہاں پر جن صفات کا انتخاب کیا گیا ہے وہ بھی بڑی معنی خیز ہیں اللہ کے سب نام اچھے ولہ الاسماء الحسنیٰ، اللہ کی سب صفات اعلیٰ اور بالا و برتر ہیں لیکن یہاں الولی الحمید کی صفات کا انتخاب اس لئے کیا گیا کہ اس مضمون سے اور اس انسانیت کی چارہ سازی اور مسیحائی سے اس کا خاص تعلق ہے۔

یہ انسانیت کس کی ہے، اللہ کی ہے اور وہی اس کا مالی و وارث ہے کوئی اپنی کھیتی کو سوکھتا نہیں دیکھ سکتا، کوئی یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کی لگائی ہوئی کھیتی سوکھ جائے وہ الولی ہے وہی اس کا مالک بھی ہے اور حمید کرنے والا بھی الحمید ہے وہ حمد کا مستحق ہے جس کی شان حمید کی ہے جس کی صفت حمید کی ہے اس کی شان سے یہ بات بعید ہے کہ وہ اپنی پیدا کی ہوئی مخلوق کو اس طرح بے یار و مددگار چھوڑ دے۔

مریض اور مسیحائی کے درمیان اٹوٹ رشتہ:

حضرات! پیاس اور سیرابی، ضرورت اور اس کی تکمیل، مرض اور اس کی مسیحائی کے درمیان ایک ایسا رشتہ ہے کہ جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا، یہ ازلی اور ابدی رشتہ ہے جب تک پیاس ہے سیرابی ضرور ہے جب تک ضرورت ہے تکمیل ضرور ہے جب تک مرض ہے اس کے لئے دوا و علاج کا سامان ضرور ہے۔ اسی طریقہ سے صحرا اور علم، صحرا اور ولایت، ریگستان اور ہدایت کے درمیان بھی ایک ایسا گہرا، ایسا لطیف اور ایسا قدیم اور دائمی رشتہ ہے جس کی شہادت قرآن مجید سے بھی ملتی ہے، تاریخ انسانیت سے بھی ملتی ہے اور انسانی تجربات سے بھی ملتی ہے! آپ اس وقت کو یاد کیجئے جب ساری دنیا پر خزاں کا دور دورہ تھا جب انسانیت کی پوری کھیتی انبیاء علیہم السلام کی لگائی ہوئی کھیتی اور انبیاء علیہم السلام کی ہزاروں برس کی کوششوں پر پانی پھر رہا تھا جب انسانیت کی یہ کھیتی سوکھ رہی تھی جب انسانیت دم توڑ رہی تھی اور دیکھنے والوں کو صاف نظر آ رہا تھا۔

اس کے لئے کسی خاص بصیرت کی بھی ضرورت نہیں تھی معمولی بصارت بھی کافی تھی کہ کوئی گھڑی ہے کہ ٹل رہی ہے، چند گھنٹوں، چند ساعتوں میں یہ انسانیت دم توڑ دے گی اور یہ اس کا دم واپسیں ہے۔

اس وقت دنیا میں بڑے لہلہاتے ہوئے ملک تھے، گل و گلزار شہر تھے، وہ ملک بھی تھے جو ہزاروں برس سے تہذیب و تمدن کا مرکز چلے آ رہے تھے جہاں علم کی ہوائیں چلتی تھیں، جہاں علم کی عطر بیزی تھی، جہاں کی زمین سے علم اگلتا تھا اور جہاں کا آسمان معلوم ہوتا تھا کہ علم برسا رہا تھا لیکن سارے عالم کی انسانیت کی چارہ سازی اور انسانیت کی مسیحائی سے قاصر ہی نہیں تھے بلکہ باغی تھے، منکر تھے بلکہ وہ انسانیت کے درد میں اضافہ کرنے والے تھے، آپ اگر اس وقت کی تاریخ پڑھئے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ انسانیت جس [illegible] کر رہی تھی، انسانیت جس کے علاج [illegible] ہوئی تھی، انسانیت جس کی گرہ باندھ کر [illegible] وہی دانشمندی تھی جس نے [illegible] کر لیا تھا، جس نے تعمیر کے بجائے تخریب کا ذوق اختیار کر لیا تھا، اس وقت [illegible]

تھا، ایران میں تھا اور یا ملک ہندوستان بھی تھا جس کو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ صرف جہالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہا تھا بلکہ چھٹی صدی یا ساتویں صدی کا یہی وہ ملک تھا جو دینوں کا بڑا مرکز تھا، ان لوگوں کی طرف دنیا کی نگاہیں لگی ہوئی تھیں کہ ان کی ذہنیت کوئی بار بار اس کا حل نکالے، ان کی طرف سے جان و دیں، جیسا کہ کسی کی کوشش ہوگی، یونان کی طرف آنکھیں لگی ہوئی تھیں، اس نے فلسفہ دیا، لیکن وہ انسانیت کے درد کا درماں نہ تھا، ہندوستان کی طرف نگاہیں لگی ہوئی تھیں، اس نے حساب اور علم ریاضی دیا مگر یہ انسانیت کے مرض کی دوا نہیں۔ ایران کی طرف اس کی نظر لگی ہوئی تھی، اس نے ہنر اور شاعری دی مگر یہ بھی انسانیت کے درد کی دوا نہ تھی۔

صحرا بہار کا پیغام دیتا ہے:

اس وقت تقدیر الٰہی کا فیصلہ ہوا کہ صحرائے عرب سے اللہ کی رحمت کے وہ بادل اٹھے، اللہ کی رحمت کے دریا میں وہ جوش آئے اور وہاں سے وہ موج چلے جو بڑھتے بڑھتے ساری دنیا کو زندہ کر دے۔

صحرا کا انتخاب اللہ تعالیٰ نے صرف اس لئے نہیں کیا کہ وہ اس کا سب سے زیادہ محتاج تھا، اللہ تعالیٰ کو اپنی قدرت کا یہ تماشا دکھانا تھا کہ وہ صحرا جو پانی کے ایک قطرہ کو ترستا ہے ساری دنیا کو سیراب کر سکتا ہے، وہاں خدا نے کسی دانشمند اور فلسفی کو بھی پیدا نہیں کیا، صحرا کا بھی انتخاب کیا اور صحرا کے نبی کا بھی انتخاب کیا، اس صحرا میں اور صحرا کے نبی میں بھی ایک لطیف رشتہ تھا اور خاص مناسبت تھی صحرائے عرب کا اور نبی امی کی کوئی چیز بھی ایسی نہ تھی کہ دنیا کے دانشور اسکی تاویل کر سکیں اور کوئی علت و معلول کا اپنا سلسلہ تلاش کر سکیں اور اس کی ایسی تشریح کر سکیں کہ جس کو علم و فلسفہ قبول کر سکے، آپ یہ کہہ سکیں کہ ایک عالم نے دنیا کو علم دیا اور ایک عقل و فکر والے ملک نے دنیا کو بہار کا پیغام دیا۔

صحرا بہار کا پیغام دیتا ہے اور یہی اس وہ علم عطا کرتا ہے جو علم کا سرچشمہ بن گیا اور علماء کو بنا گیا۔ وہ علم تنہا علم نہیں تھا بلکہ وہ منبع تھا اس میں اتنی وسعت تھی کہ کوئی ایک شخص اس کو سمیٹ نہیں سکتا پوری امت کو سمیٹنے کی اس میں صلاحیت تھی۔ صحرائے عرب کا صحرا اور پیغمبر نبی امی ایسا پیغمبر اللہ تعالیٰ نے یہ دکھایا کہ ہماری قدرت اور ہمارا کارساز اسباب کی محتاج نہیں ہے وہ مسبب الاسباب اور ساری دنیا کے قوانین اور ساری دنیا کے قیاسات کے علاوہ کام کر سکتی ہے، پھر کیا ہوا، اقبال سے بہتر الفاظ میں اس کو ادا نہیں کیا جا سکتا ؎

از دم سیراب آن امی لقب
لالہ رست از ریگ صحرائے عرب

اس امی لقب کے لب تشنہ سے آب حیات کا وہ قطرہ ٹپکا جس نے صحرائے عرب کے جگر کو پھاڑ کر وہ پھول کھلا دیا، گلاب کا پھول کھلا جس نے ساری دنیا کو معطر کر دیا۔

ہری ہوگئی ساری کھیتی خدا کی:

حضرات: اللہ تعالیٰ اپنی یہ شان ہمیشہ دکھاتا رہا ہے اور جب سے علم کے دنیا میں پھیلنے کا اور ہدایت کے عام ہونے کا یہ سلسلہ صحرا سے شروع ہوا اس کے بعد سے صحرا اور گلزار کی کوئی قید نہیں رہی، نبی امی کا یہ معجزہ مختلف زمانوں میں، مختلف ملکوں میں، مختلف وقتوں مختلف حالات میں برابر ظاہر ہوتا رہا۔ آپ اسی ہندوستان کو لے لیجئے، بلکہ اسی صحرا راجستھان کو لیجئے جس کو ہم پہلے راجپوتانہ کا صحرا و ریگستان کہتے تھے، یہاں بھی جب مسلمان آئے تو انہوں نے علم کے دریا بہا دئے سے

رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی
ہری ہوگئی ساری کھیتی خدا کی

انہوں نے صرف دہلی کو، صرف لاہور کو، ملتان کو یا صرف لکھنؤ اور جونپور ہی کو علم کا مسکن نہیں بنایا بلکہ ناگور اور دیگر دور میں آپ کے قریبی شہر ٹونک کو بھی انہوں نے علم کا ایک مرکز بنا دیا، آپ اپنے اس راجستھان کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں یہاں تاریخی ہے اور ہمارے علم کی کوتاہی ہوگی اگر ہم یہ سمجھیں کہ دلی اور لکھنؤ کا ہندوستان کی علمی تحریکات اور ہندوستان کی علمی کوششوں کی تاریخ میں کوئی حصہ نہیں ہے اس نے ایک نادرہ روزگار دیا ہے، دور اول میں ناگور اور دور آخری ٹونک نے اپنے امتیاز کا سکہ منوایا، اپنے علماء کی ذہانت اور تبحر کا اور انکے علمی شغف کا لوہا منوا لیا، ناگور کے متعلق مجھے کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ وہاں کی زینت وہ فاضل نوجوان ہیں جن کو دنیا ابوالفضل اور فیضی کے نام سے جانتی ہے جو ملا مبارک ناگوری کے بیٹے تھے اگرچہ ہمیں ان کے خیالات سے پورا اتفاق نہیں اور ان کی تاریخ پر تاریخ ہی میں بہت سے پردے پڑے ہوئے ہیں ہم نہیں کہہ سکتے کہ اب وہ خدا کے یہاں پہنچ گئے ہیں لیکن جہاں تک ان کے تبحر علمی، ان کے علمی تفوق اور ان کی ذہانت کا تعلق ہے جہاں تک فیضی کی شاعری اور ابوالفضل کے زور قلم، آئین سازی اور تاریخ نویسی کا تعلق ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا، آخری دور میں جب ٹونک میں ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست قائم ہوئی تو یہ چھوٹا سا شہر جس کو شاید راجستھان کے باہر بہت کم لوگ جانتے ہوں گے وہ بھی بہت بڑا علمی مرکز بن گیا اور وہاں ایسے علماء پیدا ہوئے کہ جن سے فیض حاصل کرنے کے لئے ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے لوگ آتے تھے علامہ حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ جو بعد میں ٹونکی اور پھر ان کے بعد جو جید اور نادر روزگار علماء پیدا ہوئے اگر آپ ان کے حالات پڑھنا چاہتے ہیں تو اردو ہی میں نہیں بلکہ عربی کی کتابوں میں بھی انکے حالات ملیں گے جو اس وقت عالم اسلام کے تمام کتب خانوں میں موجود ہیں، آخری دور میں مولانا محمود حسن خان صاحب ٹونکی کا نام لیتا ہوں جن کے ذکر سے ہمارا سر فخر سے اونچا ہو جاتا ہے جیسا کہ میرے تعارف میں کہا گیا ہے کہ میرا شبلی و سلفی کے عرب ملکوں سے قریبی تعلق رکھتا ہوں اور میں وہاں آتا جاتا رہتا ہوں، وہاں کی علمی مجلسوں اور وہاں کی جامعات کو بھی خطاب کرنے کا مجھے موقع ملا ہے جب بھی مولانا محمود حسن خانصاحب ٹونکی کے علمی دنیا اور علمی کارنامہ کا ذکر کیا تو لوگوں کے چہروں پر ایک حیرت اور آنکھوں میں ایک تجسس کی کیفیت پیدا ہوگئی ہندوستان کی سرزمین میں وہ ٹونک کو نہیں جانتے وہ راجستھان کو بھی نہیں جانتے وہ ہندوستان کو جانتے ہیں۔ (الحمد) تحقیق کا علم ہندوستان نے اتنا بڑا مصنف پیدا کیا جس نے مصنفین کے کارناموں کو زندہ کر دیا، مصنفین ہی نہیں بلکہ ان مصنفین کے کارناموں کو زندہ کر دیا۔ معجم المصنفین کے نام سے انہوں نے ایک کتاب لکھی جہاں تک میری تحقیق اور میری معلومات ہے جس کے ہزار صفحات میں کتاب لکھی گئی کیا کوئی یقین کر سکتا ہے یہ تنہا ایک شخص کا کارنامہ ہے میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ یورپ میں ایک اکیڈمی کا کام کیا کرتی ہے جو اسے یہاں مسلمانوں میں ایک آدمی کام کرتا تھا اس ایک آدمی نے اکیڈمی کا کام کیا، معجم المصنفین نے صرف ہندوستان ہی کے مصنفین کو زندہ نہیں کیا بلکہ تمام عالم اسلام کے مصنفین کو جن کا زمانہ پہلی صدی ہجری سے لے کر چودہویں صدی ہجری تک اور جن کا مکانی رقبہ مکہ اور مدینہ سے لے کر اندلس، بخارا، ختن اور تاشقند تک ہے ان کے حالات پر سے پردہ اٹھایا۔

افسوس ہے کہ اس کی چند ہی جلدیں شائع ہو سکیں لیکن پھر بھی اس کتاب کی کوئی نظیر نہیں ہے یہ ہیں آپ کے اس راجستھان میں نہیں بلکہ اس سے پورے جہاں آج جامعہ ہدایت کا سنگ بنیاد رکھا جائیگا اس سے چند میل کے فاصلہ پر جو ایک گمنام سا شہر ہے میں اس کی ایک تنہا شخص کا کارنامہ بیان کر رہا ہوں۔ علہ

تو صحرا کا علم سے اور تصنیف سے اور تحقیق سے ایک خاص رشتہ ہے اور یہ رشتہ جو عرب کے اس نبی امی کے ذریعہ قائم ہوا ہے یہ ہمیشہ قائم رہے گا۔

اور آج بھی آپ اس جنگل میں جو منگل دیکھ رہے ہیں، آج آپ کو جو اتنی صورتیں یہاں نظر آ رہی ہیں، آج آپ کو اس اسٹیج پر جو صورتیں نظر آ رہی ہیں یہ بھی درحقیقت اسی نبی امی کا فیض ہے، قیامت تک جو کچھ ہوگا اسی کے طفیل ہوگا

اسی نے جو علم کی شمع روشن کی تھی سے
ہر کجا ہنگامہ گرم [illegible] ساختہ اند

جہاں بھی آپ کو کوئی علم کی شمع جلتی نظر آئے گی اسی شمع اسی دیئے سے جلایا ہوا دیا ہوگا، یہاں جو شمع ہدایت آپ دیکھ رہے ہیں، یہاں پر جس جامعہ ہدایت کے نام سے یہاں آپ جمع ہوئے ہیں یہ اسی ہادی برحق اور اسی ہادی کامل کی شمع ہدایت کا پرتو ہے جو آپ کو نظر آ رہا ہے

علمائے ہند کی علمی خدمات:

حضرات! یہ جامعہ ہدایت کس بنیاد پر قائم ہو رہا ہے، اس کی کیا ضرورت ہے، اس کا کیا پیغام ہے، یہ کس ضرورت کی تکمیل کرے گا، یہ کس خلا کو پر کرے گا، اس کے متعلق میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مدرسہ کیا چیز ہے؟ مدرسہ کی کیا ضرورت ہے امت کی ضرورت اور اس کی ضرورت کیا ہے؟ کیا ان بلند و بالا جامعات کی موجودگی میں جن کا ایک نمونہ یہاں آپ کو راجستھان

علہ ٹونک کے مشہور عالم ہیں، مولانا حکیم برکات احمد صاحب ٹونکی [illegible] ان کا [illegible] علمی خدمات محتاج تعارف نہیں۔

یونیورسٹی کی شکل میں بھی نظر آئے گا اور یہاں کالجوں کی شکل میں بھی نظر آئے ان عصری جامعات کی موجودگی میں ایک جامعہ ہدایت کی کیا ضرورت ہے؟ ایک عربی مدرسہ کی کیا ضرورت ہے؟ اس کے متعلق نہایت موزوں طریقہ پر مولانا عبدالحی صاحب ناظم نے بتلایا عربی زبان کی اہمیت بتلائی عربی زبان کی اہمیت اب سب کو تسلیم ہے ایک زمانہ تھا کہ جب ندوۃ العلماء نے عربی زبان کی اہمیت کی آواز بلند کی اور آج سے ۸۰—۹۰ سال پہلے یہ کہا کہ عربی زبان ایک زندہ زبان ہے، اس کو ایک زندہ زبان کی حیثیت سے سیکھنا چاہئے، اور اہل زبان کی طرح اس میں کمال پیدا کرنا چاہئے، یہ آواز اس وقت اس طرح بلند کی گئی جیسے کوئی جنگل میں آواز لگائے اور اس کا کوئی سمجھنے والا نہ ہو، آج زمانہ نے، سیاسی انقلابات نے ثابت کر دیا اور دنیا کی ترقی نے اس بات کو سچ ثابت کر دیا اور عربی زبان کی اہمیت پر جو ان روشن ضمیر علماء نے آج سے تقریباً ایک صدی پہلے سمجھی تھی زمانہ نے مہر تصدیق ثبت کر دی، آج عربی زبان کے بغیر گاڑی نہیں چلتی، آج عربی زبان کسی کو آتی ہے تو وہ ابن بطوطہ کی طرح دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کرتا چلا جائے تو عربی زبان سے کام لے سکتا ہے۔ آپ کو سن کر تعجب ہوگا جب میں کالی کٹ گیا اور وہ ایک ہی مرتبہ مجھے جانے کا اتفاق ہوا تو میں مجبور تھا کہ وہاں عربی زبان کے ذریعہ تبادلۂ خیال کروں، اردو وہ حضرات سمجھتے نہیں، اردو جس پر ہم کو آپ کو بڑا ناز ہے اور جس میں آپ نے ایسا فصیح و بلیغ سیاسی نام یا علمی اصطلاح سنا ہے اردو گیرائی کی حد تک بالکل ناآشنا ہے یعنی ہندوستان کا ایک شہری اپنے ہندوستانی بھائیوں سے اپنے اظہار خیال کے لئے اپنے خیالات ان تک پہنچانے کے لئے اس پر مجبور تھا کہ جدید تعلیم یافتہ لوگوں سے انگریزی میں گفتگو کروں اور وہاں کے دیندار لوگوں سے اور عالموں سے عربی میں گفتگو کروں، خود اس عربی زبان کا سکہ چل رہا ہے اور اس عربی زبان میں یہاں ہندوستان میں جو کچھ کام ہوا اس کے متعلق اس وقت کیا عرض کروں اور اس وقت کا یہ موضوع نہیں ہے اس پر مستقل تصنیفات ہیں کہ ہندوستان نے عربی زبان کو مالا مال کر دیا اور بعض کتابیں ایسی ہیں کہ جن پر تنہا ہندوستان کا کنٹری بیوشن (CONTRIBUTION) ہے ہندوستانی مسلمانوں نے اس کام کو شروع بھی کیا اور ختم بھی کیا، میں مثال کے طور پر کہتا ہوں علمی اصطلاحات نہایت نازک مسئلہ ہے جس طریقہ سے کہ جہاز کا قطب نما یا جہاز کا درست کرنے والا آلہ چاہے ہوائی جہاز کا یا بحری جہاز کا ہوتا ہے کہ اس میں اگر سوئی بال برابر بھی ہٹ جائے تو جہاز راستے سے بھٹک جائیگا غلط راستے پر پڑ جائے گا۔ اسی طرح علمی اصطلاحات کی نزاکت بلکہ اتنی نازک ہے کہ ان کی تشریح میں ذرا سی بھی غلطی ہو جائے تو پورا کا پورا فن آدمی کے لئے چیستان بن جائے گا۔ اس نازک موضوع پر دو بہترین کتابیں تیرہ سو برس میں دنیا میں لکھی گئی ہیں، وہ دو ہندوستانی عالموں کی ہیں (۱) کشاف اصطلاحات الفنون مولانا محمد اعلیٰ تھانوی کی جو بارہویں صدی کے ایک عالم تھے (۲) دستور العلماء مولانا قاضی عبدالنبی احمد نگری کی جو غالباً بارہویں صدی کے ایک عالم تھے، دونوں کتابیں تنہا ہندوستانی عالموں کے قلم سے نکلی ہیں۔

اس طریقہ سے حدیث کے مفردات کی شرح میں سب سے مستند، سب سے وسیع اور سب سے بڑی کتاب جو جامع ہے تمام کتابوں کی وہ ایک ہندوستانی عالم فخر ہندوستان علامہ محمد طاہر پٹنی گجراتی کے قلم سے "مجمع بحار الانوار" کے نام سے نکلی ہے، جس کو سارا عرب جانتا ہے اور اس موضوع پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں سب سے اس نے مستغنی کر دیا ہے اور میں بڑے فخر اور شکر کے ساتھ آپ کے سامنے اس حقیقت کا اظہار کرتا ہوں کہ خدا نے ہندوستانی مسلمانوں کو جو عرب میں ڈیڑھ سو دو سو برس سے رہتے ہیں لیکن ہندوستان سے انہوں نے اپنا رشتہ توڑا نہیں ہے، نہ ہندوستان کی زبان سے نہ ہندوستان کی تہذیب سے۔ خدا نے انہیں کو توفیق دی کہ پہلی بار یہ معتبر عربی ٹائپ میں وہ اس کتاب کو شائع کریں، میرا اندازہ ہے کہ ۵۰ ہزار سے ایک لاکھ کے درمیان رقم اس پر صرف ہوئی ہوگی یہ آپ کے انہی تاجروں کا کارنامہ ہے کہ جن کا حصہ جدہ میں اور مکہ میں اور مدینہ میں بڑا تجارتی کاروبار ہے

مدرسہ کس درد کی دوا ہے:

میں اب آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مدرسہ کس درد کی دوا ہے یہ مدرسہ جو قائم ہو رہا ہے خدا اس پودے کو پروان چڑھائے اور اس کو ایک کتاب اور سایہ دار درخت بنائے جس کے سایے میں تسکین آرام پائیں، اور اس سے ہدایت حاصل کریں یہ جامعہ کس خلا کو پر کرتا ہے کس ضرورت کی تکمیل کرتا ہے؟

حضرات! میں عربی مدرسہ کے بارے میں میرا نقطۂ نظر بہت سے بھائیوں سے اور اپنے پڑھے لکھے دوستوں سے مختلف ہے جو مدرسوں سے واقفیت کا دعویٰ رکھتے ہیں یا اس سے تعلقات رکھتے ہیں۔ میں مدرسہ کو پڑھنے پڑھانے اور پڑھا لکھا انسان بنانے کا کارخانہ نہیں سمجھتا میں مدرسہ کی اس حیثیت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں، میں اس کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ مدرسہ اسی طریقہ سے پڑھنا لکھنا سکھاتا ہے یوں کہنا چاہئے کہ پڑھنے لکھنے کا ہنر سکھانے کا ایک مرکز ہے جیسے کہ دوسرے اسکول اور کالج ہیں میں اس کو مدرسہ کے لئے ازالۂ حیثیت عرفی کے مرادف سمجھتا ہوں اگر میں مدرسہ کا وکیل ہوں یا میں خود مدرسہ ہی جاؤں تو میں اس پر ازالۂ حیثیت عرفی کا مقدمہ قائم کر سکتا ہوں اگر کوئی مدرسہ کو صرف اتنا حق دینے کے لئے تیار اور مدرسہ کو صرف اتنا ماننے کے لئے تیار ہے کہ وہ جیسے پڑھنے لکھنے کا ہنر سکھانے کے لئے بہت سے کارخانے ہیں بہت سے مرکز ہیں کوئی اسکول کہلاتے ہیں کوئی کالج کہلاتے ہیں ان کے مختلف معیار اور مختلف سطحیں ہیں اسی طریقہ سے مدرسہ بھی عربی زبان یا عربی علوم و فنون فقہ اور دینیات، تفسیر و حدیث سکھانے کا ایک مرکز یا ایک کارخانہ ہے، میں مدرسہ کو نیابت رسول و خلافت الٰہی کا فرض انجام دینے والے اور انسانیت کو ہدایت کا پیغام دینے والے اور انسانیت کو اپنا تحفظ و بقا کا راستہ دکھانے والے افراد پیدا کرنے والوں کا ایک مرکز سمجھتا ہوں، میں مدرسہ کو آدم گری اور مردم سازی کا ایک کارخانہ سمجھتا ہوں جس طرح فیکٹری یا ہر فیکٹری میں مختلف قسم کی کوئی گن فیکٹری ہوتی ہے کوئی شوگر فیکٹری ہوتی ہے کوئی کسی اور قسم کی مشینیں ڈھالتی ہے، ہوئی الیکٹرک کے سامان پیدا کرنے کے بہت سے کارخانے ہیں ہم ان کی بہت قدر کرتے ہیں، ہم ان کی ملک میں ضرورت تسلیم کرتے ہیں ہم ان کی تعریف بھی کرتے ہیں، لیکن چیزوں کے مختلف درجے ہوتے ہیں، مدرسہ اس طرح سے پڑھے لکھے آدمی پیدا کرنے کا مرکز اور انسان نہیں، مدرسہ جیسے لوگ پیدا کرنے کا مرکز ہے ہم کو ابھی آپ کے سامنے ذکر کیا گیا ہے یہ الگ بات ہے کہ مدرسہ اچھا کر رہا ہے یا نہیں اور ہر مدرسہ کرنا چاہتا ہے یا نہیں، اس کا اس وقت بحث سے کوئی تعلق نہیں، میں مدرسہ کے ایک خادم کی حیثیت سے اور مختلف مدارس سے تعلق رکھنے والے کی حیثیت سے اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ بہت سے مدارس یہ فرض انجام دینے سے قاصر ہیں یا قاصر ہو گئے ہیں پہلے یہ فرض انجام دیا کرتے تھے اب یہ فرض وہ انجام نہیں دے رہے ہیں کیوں؟ لیکن مدرسہ کو کیا فرض انجام دینا چاہئے، مدرسہ کا فرض کیا ہے؟ مدرسہ کے سپرد کونسا کام کیا گیا ہے؟

مدرسہ کا شجرۂ نسب: حقیقی مدرسہ کی بنیاد اور پہلے مدرسہ کی بنیاد کہاں رکھی گئی ہے، پہلے مدرسہ کی بنیاد قرطبہ اور غرناطہ میں نہیں رکھی گئی، قیروان اور قاہرہ میں نہیں رکھی گئی، دہلی اور لکھنؤ میں نہیں رکھی گئی، فرنگی محل، ندوۃ العلماء اور دار العلوم دیوبند میں نہیں رکھی گئی، پہلے مدرسہ کی بنیاد مسجد نبوی میں رکھی گئی اور اس مدرسہ کا نام صفہ تھا۔ آپ مجھے معاف کریں میں مدرسوں میں صحیح النسب مدرسہ اور عالی نسب مدرسہ اسی کو سمجھتا ہوں جس کا شجرۂ نسب صفہ نبوی پر جا کر ختم ہو اور میں اسی مسجد کو صحیح النسب مسجد سمجھتا ہوں جس کا شجرۂ نسب کعبہ ابراہیمی پر جا کر ختم ہو اور مسجد نبوی پر ختم ہو، میں دیکھے مقابلہ میں دوسرے الفاظ کو نہیں جانتا کہ وہ مسجد کیا کہلانے کی، لیکن قرآن مجید نے بتا دیا ہے، میں اور آپ کو کوئی نام ایجاد کرنے کی ضرورت نہیں وہ مسجد ضرار کہلائے گی جس کا شجرۂ نسب ابراہیم و محمد علیہما السلام کی بنائی ہوئی مسجد پر ختم نہیں ہوتا ___

اور وہ مدرسہ مدرسہ نہیں
بلکہ انسانیت کی قتل گاہ و کمین گاہ
جس کا شجرۂ نسب صفۂ نبوی
پر ختم نہیں ہوتا، مسجد نبوی
پر ختم نہیں ہوتا، ابوذرؓ و
سلمانؓ پر ختم نہیں ہوتا، صدیقؓ
و علیؓ پر ختم نہیں ہوتا، زینبؓ
اور سیدہ عائشہؓ پر ختم نہیں
ہوتا ___

ان جملوں ... [illegible] ... نہایت ... [illegible] ... ہدایت کا پیغام ... [illegible]

انہوں نے نوخیز [illegible] تھا کہ دوسروں کو کیا ہو جانے کا پیغام دیا کہ دنیا ہماری منتظر ہے اور اجاڑ بیابان گردہ ہے، لیکن دوسروں کا بیابان گردہ نہیں، انہوں نے یہ پیغام دیا کہ اپنے گھر میں اندھیرا رکھ کر دوسروں کے گھروں میں روشنی کا انتظام کرو، اپنے پیٹ پر پتھر باندھو کر اس لئے کہ ان کا سلسلہ انہیں پر ختم ہوتا ہے جنہوں نے خود بھوکے رہ کر پیٹ پر دو دو پتھر باندھے تھے اور دو بچوں کا پیٹ بھرنے اور ان کو کھلانے کا انتظام کرو۔ جنھوں نے یہ پیغام دیا کہ مدرسہ کا کام عمارت دولت نہیں ہے، مدرسہ کا کام [illegible] بنانا نہیں ہے، مدرسہ کا کام ایسا ڈھانچہ کھڑا [illegible] انسان بنانا ہو جو [illegible] کو مسخر کرنے نہیں ہے۔ مدرسہ کا کام قرآن سناتا ہے۔ جب دنیا میں ہر حقیقت کا انکار کیا جا رہا ہو اور یہ کہا جا رہا ہو کہ سوائے طاقت کے کوئی حقیقت ہے ہی نہیں جب دنیا میں علانیہ ڈنکے کی چوٹ پر کہا جا رہا ہو کہ دنیا میں صرف ایک حقیقت زندہ ہے اور سب حقیقتیں مر چکیں، اخلاقیات مر چکے، صداقت مر چکی، عزت مر چکی، غیرت مر چکی، شرافت مر چکی، خودداری مر چکی، انسانیت مر چکی، صرف ایک حقیقت باقی ہے اور وہ نفع اٹھانا اور اپنا کام نکالنا ہے وہ ہر قیمت پر، عزت بیچ کر، شرافت بیچ کر، ضمیر بیچ کر، اصول بیچ کر، خودداری بیچ کر [illegible] بیچ کر [illegible] ہے، اس وقت مدرسہ اٹھتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ انسانیت مری نہیں ہے، اس وقت مدرسہ اعلان کرتا ہے کہ نقصان میں نفع ہے، ہار جانے میں جیت ہے، بھوک میں وہ لذت ہے جو کھانے میں نہیں، اس وقت مدرسہ اعلان کرتا ہے کہ ذلت بعض مرتبہ وہ عزت ہے جو بڑی سے بڑی عزت میں نہیں، اس وقت مدرسہ اعلان کرتا ہے کہ سب سے بڑی طاقت خدا کی طاقت ہے سب سے بڑی صداقت حق کی صداقت ہے، یہ ہے مدرسہ کا کام اور اگر مدرسہ یہ کام چھوڑ دے اور دنیا کے سامنے کام کرنے لگے تو وہ مدرسہ مدرسہ کہلانے کا مستحق نہیں، میں کہتا ہوں کہ جامعہ ہدایت کا سنگ بنیاد اسی پر رکھا جا رہا ہے، میرے گنہگار ہاتھوں سے نہیں رکھا جا رہا ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے رکھا جا رہا ہے اور ان تمام [illegible] انسانیت کے ہاتھوں سے رکھا جا رہا ہے اور رکھا جا چکا ہے کہ کوئی [illegible] نہیں۔ یہ [illegible] جا چکا ہے [illegible] جامعہ ہدایت موجود ہے، جب تک یہ دین زندہ ہے، جب تک انسانیت کے اندر کوئی رمق اور رتی باقی ہے اس کے اندر حقیقی انسانیت کی رتی باقی ہے اس وقت تک دنیا کا کوئی گوشہ جامعہ ہدایت سے خالی نہیں۔ یہ جامعہ ہدایت درحقیقت ان حقیقی جامعات ہدایت کے خاندان کی ایک فرد ہے، یہ کسی چیز کا آغاز نہیں ایک تسلسل ہے، اور وہ تسلسل جو دنیا میں کسی بڑی سے بڑی چنگیزی، بڑی سے بڑی کسروی، قیصری، بڑی سے بڑی شہنشاہی اور زور و جبر سے اس کی لائی ہوئی مصیبت کے زمانے میں بھی کبھی نہیں ٹوٹا۔ مدرسہ کا کام یہ ہے کہ وہ ایسے انسان پیدا کرے جو اس پست سطح سے بلند ہوں کہ جس سطح پر ہم سب [illegible] ہوئے ہیں، آج دنیا طعام کی منڈی کے سوا کچھ نہیں، کہاں کا مدرسہ اور کہاں کا کتب خانہ، کہاں کے اصول، اور کہاں کے معیار، ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ یہ دنیا ایک بازار ہے اس میں ہر ایک اپنا جنس ہنر اور اپنا جنس کمال ہاتھ پر رکھے ہوئے بیچنے کے لئے آیا ہے، لیکن ہم اس نقطۂ نظر کو تسلیم نہیں کرتے، ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ دنیا محض ایک بازار ہے ایک منڈی ہے، یہاں جو آئے مال لے کر جائے اور بیچے، صرف مسئلہ قیمت کا ہے البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ کسی کو بیچنے میں کچھ دیر لگ جائے، اس لئے نہیں کہ اس کو اپنا جنس کمال اور اپنا جنس مذہب اور اپنا جنس اخلاق زیادہ عزیز ہے بلکہ اس لئے کہ اس کے منہ مانگے دام نہیں مل رہے ہیں۔

جب انسانیت پر زوال آیا، جب اخلاقیات پر زوال آیا اور جب لوگوں کو یہ نظر آنے لگا کہ یہ جو حق و باطل کی بات کہی جاتی تھی محض تاریخی داستان ہے اور محض زیب داستان کے لئے کہی گئی ہے اور اس کا کہیں وجود نہیں ہے، حق و باطل کوئی چیز نہیں ہے، حلال و حرام کوئی چیز نہیں ہے، کفر و ایمان کوئی چیز نہیں، غلط و صحیح اور صواب ناصواب کوئی چیز نہیں ہے، اصل چیز تو پیسہ ہے، اصل چیز تو طاقت ہے، اصل چیز عہدہ ہے، اصل چیز مواقع ہیں، اس وقت مدرسہ نے ایسے لوگ پیدا کئے کہ کوئی ایسا آدمی لا کر کھڑا کر دیا، ایسا [illegible] انسان، ایسا گروہ، ایسا انسان جس نے کہا کچھ نہیں، ہم نہیں جانتے اور اگر کسی کو اعتبار نہیں آتا تو ہمیں خرید کر دیکھ لے۔ اگر وہ ہمیں خرید سکتا ہے تو ہم مان لیں گے کہ دنیا میں اخلاقیات کوئی چیز نہیں اور ان سب پر مکمل زوال آ چکا ہے، مدرسہ نے ہمیشہ ایسے لوگ پیدا کئے ہیں۔

میں آپ کو چند مثالیں دیتا ہوں کہ مدرسہ کیسے آدمی پیدا کرتا ہے۔ اس تھوڑے سے وقت میں جب کہ آپ کو اس تقریب میں بھی شرکت کرنا ہے اور آپ دیر سے بیٹھے ہوئے ہیں، میں مدرسہ کی پوری کارگزاری آپ کو نہیں سنا سکتا اس کو اگر آپ کو دیکھنا ہو تو مدرسوں کی تاریخ پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ایک ایک مدرسہ پر ضخیم ضخیم جلدیں لکھی گئی ہیں، [illegible] کیا تھا، دیا گیا تھا تو کسی جلدوں میں جیسے جامعۃ الازہر کی تاریخ دی گئی، نہایت اعلیٰ درجہ کے آرٹ پیپر پر چھپی ہوئی اور تصویروں سے مزین کئی ضخیم جلدوں میں صرف جامعۃ الازہر کی، ایسے ہی ازہر کی تاریخ آپ پڑھیں، ہمارے یہاں دارالعلوم دیوبند کی تاریخ آپ پڑھنا چاہیں، ندوۃ العلماء کی تاریخ آپ پڑھنا چاہیں، فرنگی محل کی تاریخ آپ پڑھنا چاہیں تو موجود ہیں۔ میں آپ کے سامنے چند مثالیں دیتا ہوں۔

یہ ہے مدرسہ کی شان:

امام مالک کا زمانہ ہے اور ساری دنیا میں علم کی دھوم مچی ہوئی ہے اور بڑے فخر کی بات سمجھی جاتی ہے کوئی شخص یہ کہے کہ حدثنا مالک بن انس، حدثنا مالک، یہ اس وقت کا سب سے بڑا اعزاز تھا کہ دنیا کے کسی گوشہ میں کوئی کہے حدثنا مالک، سب کے کان کھڑے ہو جاتے تھے اور سب مڑ کر دیکھنے لگتے تھے کہ وہ کون سا خوش نصیب انسان ہے جس کو امام مالک سے تلمذ کا شرف حاصل ہے، ان امام مالک کو جو [illegible] دور اور [illegible] عباسی خلافت کے زمانہ میں اپنی مسند درس بچھائے بیٹھے تھے مدینہ طیبہ کے محدود شہر میں ان کے پاس پیغام آتا ہے کہ آپ دربار میں زحمت فرمائیں اور خلیفہ کے صاحبزادوں کو سبق پڑھا دیں یعنی شہزادہ امین و مامون کو کچھ سبق پڑھا دیں انہوں نے فرمایا کہ آپ کے گھر سے اس علم کی توقیر و عزت کا سلسلہ شروع ہوا ہے، آپ کے گھر سے دنیا نے علم کی توقیر کا سبق سیکھا ہے اور آپ ہی کے ہاتھوں اس کی تذلیل ہو، یہ آپ کے لئے مناسب نہیں ہے۔ علم کے پاس آیا جاتا ہے علم کسی کے پاس نہیں جاتا، چنانچہ امین و مامون وہاں گئے اور انہوں نے امام مالک سے درس لیا۔ یہ ہے مدرسہ کی شان، میں نے آپ کے سامنے ایک نمونہ رکھا۔

دوسرا نمونہ دیکھئے

حضرت عطاء کا یا طاؤس کا واقعہ ہے کہ انہوں نے منصور کو ایک مرتبہ نصیحت کی، منصور سے کہا، اور لوگ بھی وہاں مجلس میں بیٹھے تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے کپڑے سمیٹنے شروع کئے، اچانک اس نے سلسلہ شروع کیا کہ ابھی جلاد کو حکم ہوتا ہے اور ان کا سر قلم کر دیا جاتا ہے تو ہم نے کہ ان کے خون کا چھینٹ ہمارے دامن پر تو نہ پڑیں، وہ کہتے تھے کہ ہم بھی بیٹھے ہوئے تھے کہ کیا حکم ہوتا ہے، منصور نے کہا کہ ذرا یہ قلم دوات رکھا ہوا ہے اٹھا دو، وہ ان کے قریب تھا، انہوں نے کہا میں نہیں اٹھا سکتا۔

کیوں ---؟

انہوں نے کہا مجھے یہ اطمینان نہیں ہے کہ آپ اس سے کیا لکھیں گے ممکن ہے کہ آپ خدا کو ناخوش کرنے والی چیز لکھیں میں اس میں شریک ہونا نہیں چاہتا، وہ کہتے ہیں کہ پھر ہم نے اچانک اس سلسلے کو اب حکم ہوتا ہے جلاد کو لیکن ہیبت حق کا یہ حال تھا کہ منصور نے کوئی حکم نہیں دیا۔ یہ میں نے آپ کو دوسرا واقعہ سنایا۔

اب میں تیسرا اور آخری واقعہ سناتا ہوں اس سے آپ سمجھیں کہ علم کی کیا شان ہے۔ ایک بزرگ تھے ابھی سو برس پہلے کا قصہ ہو گا جو دمشق کی جامع مسجد میں درس دے رہے تھے اتفاق سے اس دن ان کے پاؤں میں تکلیف تھی اور گھٹنے میں تکلیف تھی اور وہ پاؤں پھیلائے ہوئے بیٹھے تھے اور جیسا کہ قاعدہ ہے کہ استاد پشت بہ قبلہ ہوتا ہے اور اس کے شاگرد سامنے بیٹھے ہوتے ہیں اور وہ دروازے سے داخل ہوتے ہیں اور بیٹھ جاتے ہیں۔ ان کا چہرہ دروازے کی طرف تھا اور پشت قبلہ کی طرف تھی اور پاؤں دروازے کی طرف پھیلائے ہوئے تھے اس وقت کو ایک مشہور ریاستی سلطنت مصر جو ابھی تازہ تازہ ختم ہوئی ہے [illegible] برس پہلے اس کا بانی تھا محمد علی پاشا اس کا بیٹا تھا۔ ابراہیم پاشا وہ اس زمانہ میں بڑا سفاک اور [illegible] مشہور تھا، وہ شام کا گورنر تھا اور اس کی سفاکی کے قصے لوگوں کی زبانوں پر تھے اس کو خیال ہوا کہ میں حضرت کا درس جا کر سنوں اور ملاقات کروں

راستہ ہی روکتا اس نے اپنا پیر دروازے کی طرف سے آیا، سب کو خیال تھا کہ حضرت کو بڑی تکلیف ہو اس موقع پر اپنا پاؤں سمیٹ لیں گے اتنی دیر میں کیا ہو جائے گا۔ لیکن انہوں نے بالکل کوئی جنبش نہیں کی نہ درس موقوف کیا نہ پاؤں سمیٹا اسی طرح پاؤں پھیلائے رہے اور پاؤں ہی کی طرف آکر کھڑا ہو گیا۔ اب ان کے شاگرد کہتے ہیں کہ ہم بالکل لرزاں و ترساں تھے کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے ابھی ہمارے شیخ کی شہادت ہماری آنکھوں کے سامنے ہوگی یا یہ کہ ذلیل ہوں گے، ہتھکڑیاں باندھی جائیں گی اور کہا جائے گا ہمارے ساتھ چلو، وہ کھڑا رہا اور وہ دیر تک درس دیتے رہے۔ التفات بھی نہیں کیا اور پاؤں بھی نہیں سمیٹا مگر خدا جانے ان لوگوں کا کیا اثر ہوتا ہے کہ اس پر کچھ ایسی کوئی سرزنش نہیں کی، کوئی شکایت نہیں کی اور چلا گیا سننے والی بات یہ ہے کہ وہ کچھ ایسا معتقد ہوا کہ اس نے جاکر اشرفیوں کا ایک توڑا غلام کے ہاتھ بھیجا اور کہا کہ شیخ کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ یہ حقیر نذرانہ قبول فرمائیں آپ جانتے ہیں انہوں نے جواب میں کیا کہا، یہ آب زر سے لکھنے والا جملہ تھا جو علم کی تاریخ میں ہمیشہ روشن رہے گا، انہوں نے کہا اپنے بادشاہ کو سلام کہنا اور کہنا جو پاؤں پھیلاتا ہے وہ ہاتھ نہیں پھیلاتا، یا پاؤں ہی پھیلا لے یا ہاتھ ہی پھیلا لے، ایک ہی کام ہو سکتا ہے۔ دنیا میں جب میں نے پاؤں پھیلائے تھے میں اسی وقت سمجھتا تھا کہ اب میں ہاتھ نہیں پھیلا سکتا الذی یمد رجلہ لا یمد یدہ انہی الفاظ کے ساتھ مورخ نے ان کو نقل کیا ہے الذی یمد رجلہ لا یمد یدہ۔

جامعہ ہدایت کے طلباء اور فضلاء کو ہدایت:

میرے دوستو اور بھائیو!

ہمیں ایسے مدرسہ کی ضرورت ہے اور ہم توقع کرتے ہیں کہ جس مدرسہ کا نام ہی جامعہ ہدایت ہے، وہاں کے طلباء اور فضلاء کو اس سے یہ ہدایت ملے گی کہ وہ یہ غیرت و خودداری سیکھیں، ان علماء ربانیین سے اور علماء حق سے جن کے واقعات سے تاریخ لبریز ہے اس خودداری کا سبق سیکھیں کہ یا پاؤں پھیلا لیں یا ہاتھ پھیلا لیں۔

آج ہمیں ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے جو یا پاؤں نہ پھیلائیں میں نہیں کہتا کہ پاؤں پھیلائیں، میں نہیں کہتا کہ آج زمانہ اس جرأت کا متحمل ہے میں نہیں کہتا کہ اس زمانہ کی تہذیب اس کو گوارا کرے گی یا اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ بے ضرورت پاؤں پھیلائے جائیں، بے ضرورت پاؤں پھیلانے کی میں تبلیغ نہیں کرتا مگر ضرور کہوں گا کہ ہاتھ نہ پھیلائیں۔ عالم وہ ہے جو ہاتھ نہ پھیلائے، آج ہمارے مدرسوں کو ان آدمیوں کے پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور دنیا کو اور انسانیت کو ان عالموں کی ضرورت ہے جن کے متعلق تجربہ یہ ہو گیا کہ یہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے والے نہیں ہیں اور آج جس بزرگ اور گرامی ذات سے اس جامعہ کا انتساب کیا جا رہا ہے انہوں نے ہمیں اسی کی تعلیم دی ہے وہ ہاتھ پھیلانے والے نہیں تھے اور ان کی روح جب ہی خوش ہوگی، جب اس جامعہ سے وہ لوگ نکلیں جو دنیا کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں، آج ہمیں یہ منظر نظر آ رہا ہے کہ سب نے کسی نہ کسی شکل میں ہاتھ پھیلا رکھے ہیں، کسی کے ہاتھ پھیلے نہیں ہیں اس لئے کہ ہاتھ پھیلانے کا ان کو موقع نہیں ملا، لیکن ہاتھ پھیلنے کے لئے تیار ہیں، حقیقت یہ ہے کہ جو ہاتھ پھیلے نہیں ہیں وہ پھیلنے کے لئے بے چین و بے قرار ہیں آج کونسا ہاتھ ہے جو تڑپ نہیں رہا ہے کہ مجھے پھیلنے کا موقع ملے آج دنیا ذہینوں کو نہیں ترس رہی ہے، فلسفیوں کو نہیں ترس رہی ہے ؎

[illegible]

میں یورپ میں دیکھ آیا ہوں اور مشرق وسطیٰ کا کونہ کونہ میں نے چھانا ہے، آج بڑے بڑے عالموں کی، ادیبوں کی، مصنفوں کی، خطیبوں کی، شاعروں کی، دانشوروں کی، فلسفیوں کی کمی نہیں ہے، آج کمی ہے اُن اللہ کے بندوں کی اُن قدسی نفوس کی جو کسی شکل میں بھی ہاتھ پھیلانے کے لئے تیار نہیں، موت کو ترجیح دیں گے لیکن ہاتھ نہ پھیلائیں گے، وہ اپنے ضمیر کا سودا کرنے کے لئے تیار نہیں۔

دنیا میں سیاسی انقلابات آئیں اور گزر جائیں، حکومتیں قائم ہوں اور نکل جائیں، ہوا چلے اور بند ہو جائے کچھ بھی ہو لیکن اُن کا ہاتھ کسی کے سامنے نہیں پھیل سکتا وہ اپنے ضمیر کا سودا کرنے کے لئے تیار نہیں اور آپ یقین جانئے کہ یہ زمین و آسمان اسی وقت تک صحیح طور پر قائم ہیں جب تک کسی نہ کسی شکل میں تھوڑی سے تھوڑی ہی تعداد میں خواہ ان کو دیکھنے کے لئے دوربین کی یا خوردبین کی ضرورت پیش آئے لیکن ان کا وجود تو ہو، خوردبین بھی تو اس کو دیکھ سکتی ہے جس کا وجود ہے، جس کا سرے سے وجود ہی نہیں اس کو خوردبین کہاں سے دیکھے گی۔ آج اتنی چھوٹی شکل میں بھی ذرا سی شکل میں بھی ان لوگوں کا وجود نہیں تو ہوتا جن کو خوردبین سے دیکھا جا سکتا، خدا کا شکر ہے ابھی تو نہیں ہوا کہ دنیا ان کے وجود سے یکسر خالی ہو جائے لیکن یہ جنس بہت نایاب ہے اگر نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے بس میرے بھائیو! میرے نزدیک مدرسہ کا صرف ایک کام ہے کہ وہ ایسے حقانی اور ربانی علماء پیدا کرے جو صرف یہی نہیں یہ تو ان کی شان سے بہت بعید ہے کہ وہ اپنے ضمیر کا سودا کریں نہیں، بلکہ وہ دنیا کو جو ضمیر کا سودا کر رہی ہے اس کو سرزنش کر سکیں اس سے کہہ سکیں کہ انسان کا ضمیر اس سے بہت زیادہ قیمتی ہے کہ وہ دو دو کے نیلام پر چڑھے، ایک پیسے پر بک جائے، ایک جبہ، ایک کرسی، ایک خوشنودی، ایک تبسم اس کو خرید لے۔

حضرات!

آپ نے اپنی ریاستوں میں اپنے مرکزوں میں ایسے قصے سنے ہوں گے کہ لوگوں نے اپنی شرافت پر آنچ نہیں آنے دی، اپنی عزت پر میل نہیں آنے دیا، بڑے سے بڑے نقصان کو گوارہ کر لیا لیکن اس کے لئے تیار نہیں وہ یکایک اس عزت اس سطح اور اس معیار سے نیچے اتر آئیں، میں صرف ہندوستان کو نہیں کہتا میری نگاہ ساری دنیا پر ہے میں ساری دنیا کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں اور یہ میں جو آپ کے سامنے کہہ رہا ہوں یہ میں ہر جگہ کہہ آیا ہوں، یہ نہیں کہ میں آج آپ کے سامنے یہی تقریر کر رہا ہوں، عرب نوجوانوں کے سامنے یہی بات کہی میں نے ان سے کہا کہ ہم نے تم سے خودداری کا سبق سیکھا ہم نے تم سے ایمان کا سبق سیکھا تھا ہم نے تم سے استقامت کا سبق سیکھا تھا لیکن اب تمہارے زمانے میں کہ جب عرب اپنے آپ میں بھی بے سر و سامانی کی علامت ان میں آ گئی نہیں، ہم نے اس وقت بھی ان کو بتایا پکڑ کر ان سے کہا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟

آپ ایک ضمیر کو خطا کرتے ہیں اور آپ مدرسے پیچھے اسی طرح دیوانہ وار دوڑ رہے ہیں۔

عالم ہر زمانہ میں ہر جگہ قبلہ نما ہے:

مدرسہ کا کام یہ ہے کہ وہ ایسے باضمیر باحمیت، ایسے باایمان، ایسے باحوصلہ باہمت فضلاء پیدا کرے کہ جو اس ضمیر فروشی، اصول فروشی اور اخلاق فروشی کے دور میں روشنی کے مینار کی طرح قائم رہیں کہ وہ کہیں نہیں جاتا اپنی جگہ پر کھڑا ہے، راستہ بتاتا ہے جیسے قبلہ نما کہ آپ کہیں ہوں وہ آپ کو قبلہ بتا دے گا، ہندوستان میں بتائے گا دوسرے ملک میں بتائے گا پہاڑ پر رکھیں تو بتائے گا، ریل پر رکھیں تو بتائے گا۔ یہ عالم کا کام ہے کہ ہر زمانہ میں ہر جگہ قبلہ نما ہے۔

یہ جامعہ ہدایت جہاں تک میں سمجھتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ ان مقاصد عالیہ پر ان کی بنیاد رکھی جا رہی ہے اور حقیقت میں ہر دینی مدرسہ کی بنیاد اسی پر رکھی گئی ہے اور یہی اس کی اصل قدر و قیمت ہے، ان کو آپ ان کی عمارتوں سے نہ جانچئے آپ ان کے بوریوں اور وہاں کے فرنیچر کی کمی اور وہاں کے پڑھنے والوں اور پڑھانے والوں کی تہی دامنی اور مالی بے بضاعتی سے ان کا اندازہ نہ کیجئے، جیسے کہنے والوں نے کہا ہے گدایانے شاہی ہیں اور دلق فقری میں وہ شاہانہ مزاج رکھتے ہیں ان کا مزاج شاہانہ ہے اور ان کا لباس فقیرانہ ہے یہ ہمارے علماء سلف تھے اور آج انہی علماء سلف کی اس وقت ضرورت ہے۔

مدرسوں نے ہوا کے رُخ پر چلنا قبول نہیں کیا:

خدا کا شکر ہے کہ ہوا کے رُخ پر چلنا مدرسہ کا اصول نہیں ہے اگر مدرسہ کا یہ اصول ہوتا تو وہ کب کے انگریزی سکول، عربی سکول بن چکے ہوتے لیکن جو اس وقت چند گنے چنے مدرسے باقی رہ گئے اس بات کا ثبوت دیتے ہیں کہ مدرسوں نے ہوا کے رُخ پر چلنے کو قبول نہیں کیا۔

حضرات! میں ان الفاظ کے ساتھ آپ حضرات کی عزت افزائی کا اور بانیان مدرسہ خاص طور پر حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب اور [illegible] کا شکر گزار ہوں [illegible] الله تعالیٰ اس مدرسہ کو ہمیشہ سرسبز و شاداب رکھے [illegible] ہدایت عام فرمائے۔ آمین

قیامت

سائنس اور قرآن کی روشنی میں

ریاض الدین احمد (سابق پرنسپل)

ماہرین سائنس کے یہاں نظام فلکی میں فنا کا تصور اب پورے یقین کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ اس تصور کو سے نارڈ بیکل (Leonard Bickel) نے اپنے ایک مقالہ میں اس طرح پیش کیا ہے۔

"نظام فلکی فانی ہے۔ سورج ستارے اور زمین کے لئے ایک یوم زوال یقینی اور لازمی ہے۔ سورج بھی جو ایک ستارہ ہی ہے اب اپنی عمر کے وسط میں پہونچ چکا ہے۔ آئندہ پانچ ہزار ملین سال میں (ایک ملین دس لاکھ کے برابر ہے) اس چمکتے ہوئے سورج کی روشنی زائل ہو جائے گی۔ ہماری یہ زمین سورج کے گرد کا ایک چکر سال بھر میں پورا کرتی ہے۔ اور سورج اپنے تمام ستاروں سمیت اپنے قوس و قزح (Milky Way) کے وسط کا ایک چکر دو سو پچاس ملین سالوں میں ختم کرتا ہے۔ جب سے سورج وجود میں آیا ہے۔ سائنسی تحقیقات کے مطابق اس نے ایک درجن بیس چکر لگالئے ہیں۔ لیکن اب آئندہ بیس چکر اور لگانے کے بعد اس کا وجود باقی نہیں رہے گا کیونکہ سورج کا موجودہ ہائیڈروجن جس رفتار سے تبدیل ہو رہا ہے اس کا تقاضا ہے کہ اس مدت میں اس کے پاس ہائیڈروجن ...

(Hydrogen) کا ذخیرہ ختم ہو جائے۔ اور آئندہ بیس چکر لگانے کے بعد یہ ذخیرہ ختم ہو کر ہیلیم (Helium) میں تبدیل ہو جائے۔ ایسی صورت میں اپنی زندگی کو بچانے کے لئے سورج کا ذکر ہیلیم کو جلانا شروع کر دے گا۔ اس کے نتیجے میں سورج پھیل کر ایک بہت بڑا ڈنگ کا گولا بن جائیگا اور شدید گرم شعاعیں پھینکنا شروع کر دیگا یہاں تک کہ قریب کے سیاروں پر آگ کی بارش ہونے لگے گی اور وہ گل کر سورج کے پھیلے مادے میں ڈوب جائیں گے۔ زمین پر ہر قسم کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ سمندر ابلنے لگیں گے اور پہاڑ پگھل کر بہہ نکلیں گے۔

یہاں تک سورج کا پھیلنا بند ہو جائیگا پھر چند ہی گھنٹوں کے اندر سورج ختم ہو کر ایک چھوٹا سا ستارہ رہ جائے گا۔ اور اس کے پاس بچا کھچا ہیلیم جل جا رہا ہوگا یہ بھی تھوڑی ہی مدت میں ختم ہو جائے گا اس کے بعد اندھیرا گھپ ہو جائے گا۔ سورج کی یہ تقدیر لکھی جا چکی ہے اس میں کسی تبدیلی کا امکان نہیں ہے۔ سائنسی علوم اور تحقیقات کا کوئی شعبہ اس تقدیر کو بدل نہیں سکتا۔"

آئیے اس بیان کا قرآن کی روشنی میں جائزہ لیں۔

(۱) یہ بات بالکل واضح ہو کر سامنے آگئی ہے کہ ماہرین سائنس کی نظر میں اجرام فلکی کا فنا ہونا ایک یقینی امر ہے۔ لیکن جس نتیجے پر وہ آج پہونچے ہیں اس کے متعلق قرآن چودہ سو برس پہلے ہی بتا چکا ہے۔

"وسخر الشمس والقمر کل یجری لاجل مسمی" (الرعد)

(اللہ نے چاند اور سورج کو ایک قانون کا پابند کیا اور یہ ایک وقت مقررہ تک اسی طرح چلتے رہیں گے) اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ چاند اور سورج کا وجود صرف وقت مقررہ تک کے لئے ہے۔ جب وہ وقت آجائے گا تو ان کا فنا ہو جانا ضروری ہے۔

(۲) یہ وقت مقررہ کب آئے گا۔ اس کے متعلق ماہرین سائنس کا اندازہ پانچ ہزار ملین سال کا ہے۔ مگر یہ اندازہ حسابات کی پیچیدہ بازی سے زیادہ کچھ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جتنے علوم انسان کو دئے ہیں ان میں قیامت کا علم شامل نہیں ہے۔

"عندہ علم الساعۃ" (لقمان)

(قیامت کی گھڑی کب آئے گی اس کا علم صرف اللہ ہی کو ہے)

"قل انما علمہا عند ربی" (الاعراف)

(کہو اس کا (قیامت کا) علم میرے رب ہی کے پاس ہے)

(۳) فنا کے قریب سورج کا گرم ہو کر سرخ ہو جانا سائنس دانوں نے اب معلوم کیا ہے۔ مگر سیکڑوں سال پہلے قرآن فرما چکا ہے۔

"فاذا انشقت السماء فکانت وردۃ کالدہان" (الرحمن)

(کیا ہے گی اس وقت جب آسمان پھٹ جائے گا اور لال چمڑے کی طرح سرخ ہو جائے گا)

(۴) فنا کے قریب ستاروں کا پگھل جانا اور پہاڑوں کا زمین کا بہہ نکلنا علوم سائنس کے ضمن میں ایک نئی اور اہم معلومات میں شامل ہے۔ لیکن قرآن پاک میں یہ علم پہلے سے موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں:

"فاذا انشقت السماء" (الرحمن)

(اور جب آسمان پھٹ جائے گا)

"واذا الشمس کورت" (التکویر)

(اور جب سورج لپیٹ دیا جائے گا)

"واذا النجوم انکدرت" (التکویر)

(اور جب ستارے بکھر جائیں گے)

"واذا الجبال سیرت" (التکویر)

(اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے)

قرآن پاک کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ ایک وقت آئے گا جب سورج اپنی تمام طاقتوں اور صلاحیتوں کو زائل کر دے گا۔ اس وقت آسمان پھٹ جائے گا اور سورج لپیٹ دیا جائے گا نہ اس میں وہ گرمی باقی رہے گی جس پر دنیا میں زندگی کا دار و مدار ہے اور نہ وہ روشنی باقی رہے گی جس سے ہمارے دن و رات بنتے اور بگڑتے رہتے ہیں۔ پہاڑوں کا زمین پر چلنا جو قرآن پاک میں آیا ہے تو وہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ پگھل کر زمین پر بہنے لگیں۔ اور شاید ایسا ہی ہو کیونکہ یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ "زمین کوٹ کوٹ کر ریگ زار بنا دی جائے گی"۔

"کلا اذا دکت الارض دکا دکا"

(جب زمین پر پہاڑوں کا بوجھ پھیلا جائیگا تو اس کی شکل ایک سخت چٹانی مادے کی ہوگی اس لئے اسے پے در پے کوٹ کوٹ کر ریگ زار بنانا ہی اللہ تعالیٰ کی حکمت ہو سکتی ہے۔

(۵) سائنس کی تحقیقات کے مطابق بالآخر سورج کا بے نور ہو جانا بھی اس کے آخری اوقات میں ضروری ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ یوں ہے۔

"واذا الشمس کورت" (جب سورج اندھیرا کر دیا جائے گا)

"وخسف القمر" (چاند بے نور ہو جائیگا)

لیکن چونکہ چاند کو سورج سے روشنی ملتی ہے اس لئے چاند کا بے نور ہو جانا سورج کے بے نور ہو جانے پر دلالت کرتا ہے۔ ساتھ ہی ستاروں کا بے نور ہو جانا بھی ثابت ہے۔

"واذا النجوم انکدرت" (التکویر)

(جب ستارے تاریک ہو جائیں گے)

"واذا النجوم طمست" (المرسلات)

(جب ستارے ماند کر دئے جائیں گے)

(۶) اہل سائنس کا اندازہ ہے کہ سورج کے زوال کے قریب آس پاس کے ستارے پگھل کر خود بھی سورج کے پیٹ میں ڈوب جائیں گے۔ مگر قرآن پاک نے یہ خبر دی ہے کہ قیامت کے قریب چاند اور سورج بھی ملا کر ایک کر دئے جائیں گے۔

"وجمع الشمس والقمر"

(۷) علمائے سائنس نے بتایا ہے کہ سورج اور اجرام فلکی کے فنا کا سلسلہ کوئی طویل المدت معاملہ نہیں ہوگا۔ بلکہ صرف چند گھنٹوں کا کام ہوگا۔ اس کے آگے کوئی تفصیل بیان کرنے سے وہ قاصر ہیں۔ اس وقت جو کچھ ہوگا قرآن پاک کی زبان سے سنئے:

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ معاملہ چند گھنٹوں کا نہیں بلکہ چند لمحوں کا ہوگا۔ اور جہاں ایک طرف فنا کا معاملہ ہو رہا ہے۔ آسمان لپیٹا جا رہا ہے۔ زمین کوٹی جا رہی ہے وہاں دوسری طرف مردے زندہ کئے جا رہے ہیں اور کھوکھلی اور بوسیدہ ہڈیاں اکٹھا کر کے ان میں جان ڈالی جا رہی ہے۔ ان تمام کاموں میں جتنا وقت صرف ہوگا اس کی مثال اللہ تعالیٰ ایک "زور کی ڈانٹ" سے دیتا ہے۔ یعنی اتنا ہی وقت لگے گا جتنا ایک "زور کی ڈانٹ" میں صرف ہو سکتا ہے۔ ان الفاظ سے صرف وقت ہی کا نہیں بلکہ آواز کی گہرائی کا اندازہ بھی ہو گیا۔

"فانما ہی زجرۃ واحدۃ ۝ فاذا ہم بالساہرۃ ۝" (یہ بس اتنا کام ہے کہ ایک زور کی ڈانٹ پڑے گی اور یکایک یہ کھلے میدان میں موجود ہوں گے)

"وما امر الساعۃ الا کلمح البصر او ہو اقرب" (النحل)

(قیامت کے برپا ہونے کا معاملہ کچھ دیر نہ لے گا مگر بس اتنی کہ جیسے آدمی کی پلک جھپک جائے بلکہ اس سے بھی کچھ کم)

(۲) پہاڑ دھنکی ہوئی اون بن جائے گا اس کے متعلق سائنس صرف اتنا جانتی ہے (حالانکہ یہ علم بھی کامل نہیں ہے) کہ پہاڑ پگھل جائیں گے۔

قرآن پاک نے فنا کے دن پہاڑوں کے حسب ذیل صورتوں میں تبدیل ہونے کی خبر دی ہے۔

(۱) "الجبال کالعہن" (معارج)

(پہاڑ روئی کے گالوں کے مانند ہو جائینگے)

(۲) "واذا الجبال نسفت" (مرسلات)

(جب پہاڑ ریزہ ریزہ کر دئے جائیں گے)

(۵) اِذا الجبال نُسفت ... (المرسلات)

(اور پہاڑ اُڑتے پھریں گے اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے)

(۶) وسُیّرت الجبال فکانت سرابا۔

(اور پہاڑ چلائے جائیں گے۔ پھر وہ سراب ہو جائیں گے)

مگر قرآن نے زمین کے ہموار کرنے کے دو طریقے بتائے ہیں۔ ایک توڑ پھوڑ کر اور دوسرے پھیلا کر۔ سورۂ واقعہ میں فرمایا گیا ہے:۔

"اِذا رُجّت الارض رجّاً ۝ وبُسّت الجبال بسّاً ۝ فکانت ھباءً منبثّاً ۝"

(زمین اس وقت ہلا ڈالی جائے گی اور پہاڑ اس طرح ریزہ ریزہ کر دئیے جائیں گے کہ پراگندہ غبار بن کر رہ جائیں گے)

(۷) ماہرین سائنس نے سورج کے زوال کے بعد زمین کا ایک نامکمل نقشہ کھینچا ہے، وہ یہ ہے:۔

(ا) زمین پر ہر قسم کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا۔

(ب) پہاڑ پگھل کر بہہ نکلیں گے۔

(ج) اندھیرا گھپ ہو جائے گا۔

اس کے مقابلے میں قرآن نے ہونے والے حالات کو بالکل واضح کر کے رکھ دیا ہے۔

(الف) اس دن صور پھونکا جائے گا۔

یوم ینفخ فی الصور۔

(انعام۔ نحل۔ طٰہٰ)

(ب) ایک زلزلہ آئے گا اور اس کے بعد دوسرا زلزلہ۔

"یوم ترجف الراجفة (جس دن ہلا مارے گا زلزلے کا ایک جھٹکا) تتبعھا الرادفة ۝ (اس کے پیچھے اور ایک اور جھٹکا)۔

یہ دو ارضی تغیر جھٹکے جب آئیں گے تو زمین اور اس کی مخلوق کا کیا حشر ہوگا۔ اس کا اندازہ ہم ان تباہ کن زلزلوں سے کر سکتے ہیں جو دنیا میں وقتاً فوقتاً آتے رہتے ہیں۔ اور جن کا مشاہدہ ان آنکھوں نے بارہا کیا ہے۔

(ج) ان زلزلوں کے ساتھ پہاڑوں کا ٹوٹنا اور سطح زمین کی ناہمواری کا بھی ایک منظر سامنے آتا ہے۔ قیامت کے دن اس ناہمواری کو دور کر دیا جائے گا۔

واذا الارض مُدّت (الانشقاق)

(زمین پھیلا کر سطح کر دی جائے گی)

ممکن ہے کہ اس ناہمواری کو دور کرنے کے لئے دو طریقے اللہ تعالیٰ کی طرف سے استعمال کئے جائیں جس کا اظہار دکھائے کے الفاظ سے کیا گیا ہے۔

(د) زلزلے کے نتیجے میں نہ صرف پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائیں گے بلکہ زمین کے نیچے جو کچھ ہے وہ اوپر آ جائے گا۔ والقت ما فیھا وتخلّت ۝ (الانشقاق) زمین کے اندر تر اور خشک سے باہر کے علاوہ اللہ کی کثیر مخلوقات ہیں اور تمام انسانوں کی وہ ہڈیاں ہیں جو سڑ گل کر یا جلائے کے بعد خاک ہو کر زمین کے اندر موجود ہیں۔ معدنیات کے خزانے تو زمین نے اب بھی خالی کرنا شروع کر دیا ہے جو زمینیں خشک تھیں وہاں سونے کی کانیں اور تیل کے چشمے اُبل پڑے ہیں۔ مگر انسانی جسم جو ذرّۂ آب اور ذرّۂ خاک ہے اس کا وقت ابھی نہیں آیا ہے۔ قیامت کے دن زمین ان کو بھی اوپر پھینک دے گی۔

(ط) زلزلے کے ساتھ ایک گرج کی آواز بھی پیدا ہوگی۔ یہ آواز مُردوں کو زندہ کر دے گی اور گلی اور بوسیدہ ہڈیاں یکایک زندگی کا جامہ پہن کر میدان حشر میں موجود ہو جائیں گی۔ آواز کی طاقتوں پر بھی سائنسی تحقیقات جاری ہیں۔

___ اگرچہ قرآن کی صداقت کو قبول کرنے کے لئے یقین کامل کے علاوہ کسی بھی دلیل کی ضرورت نہیں۔ مگر اتمام حجت کے لئے اللہ تعالیٰ نے سائنس کا راستہ بھی کھول دیا ہے۔ تاکہ وہ لوگ جو عقلی دلائل کا مطالبہ کرتے ہیں ان کے لئے بھی قبول حق کے خلاف کوئی جواز باقی نہ رہے لیکن مشکل یہ ہے کہ جنہیں دلائل کی تلاش ہے وہ حق کو قبول کرنے کے لئے کسی حالت میں بھی تیار نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کا نفس ان کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ تاکہ تسلیم کر لینے کے بعد بھی جزا اور سزا اور حیات بعد الممات کی حقیقت کو وہ قبول نہیں کر سکتے کیونکہ ان کو قبول کر لینے کے بعد نفس و ہوس کی زندگی کے لئے کوئی دلیل باقی نہیں رہ جاتی۔ عیش و عشرت، بدکرداریوں اور مظالم کا راستہ بند ہو جاتا ہے اور عوام بے خوفی اور لذّاتِ نفس کے لئے کوئی جواز میسر نہیں آتا۔

قندِ مکرر

ایک مشہور عربی نعت ___ اور اس کا ___ منظوم اُردو ترجمہ

ترجمہ: مجلی شمسی

اَلصُّبحُ بَدَا مِنْ طَلعَتِہٖ	وَاللَّیلُ دَجیٰ مِنْ وَفرَتِہٖ
سپیدی صبح عالم نے جبین نور سے پائی	سیاہی انکی زلفوں کی شب دیجور میں آئی

سلام اللہ کا ان پر سلام اللہ کا ان پر

فَاقَ الرُّسُلَا فَضلًا وَّعُلَا	اَھدیٰ السُّبُلَا لِدَلَالَتِہٖ
رسولوں پر ہوئے فائق فضیلت و بلندی سے	دکھائی راہ حق ہم کو کمال رہنمائی سے

سلام اللہ کا ان پر سلام اللہ کا ان پر

کَنزُ الکَرَمِ مَولَی النِّعَمِ	ھَادِی الاُمَمِ لِشَرِیعَتِہٖ
سخاوت کا خزینہ مالک و حاکم ہیں نعمت کے	وہی ہیں ہادیٔ امت وہی رہبر شریعت کے

سلام اللہ کا ان پر سلام اللہ کا ان پر

اَزکَی النَّسَبِ اَعلَی الحَسَبِ	کُلُّ العَرَبِ فِی خِدمَتِہٖ
نسب پاکیزہ تر ان کا حسب کا شان اعلیٰ ہے	عجم کا ذکر کیا سارے عرب نے سر جھکایا ہے

سلام اللہ کا ان پر سلام اللہ کا ان پر

سَعَتِ الشَّجَرُ نَطَقَ الحَجَرُ	شُقَّ القَمَرُ بِاِشَارَتِہٖ
درخت آئے ہیں دوڑے سنگریزے بھی ہوئے گویا	اشارے سے ہوا تھا ماہ کامل کیا دو پارہ

سلام اللہ کا ان پر سلام اللہ کا ان پر

جِبرِیلُ اَتیٰ لَیلَۃَ اَسریٰ	وَالرَّبُّ دَعَاہُ لِحَضرَتِہٖ
شب معراج آئی حضرت جبریل لینے کو	بلایا تھا انہیں اللہ نے سوغاتِ دینے کو

سلام اللہ کا ان پر سلام اللہ کا ان پر

نَالَ الشَّرَفَا وَاللہُ عَفَا	عَمَّا سَلَفَا مِن اُمَّتِہٖ
ملا ہے یہ شرف جکو کہ حق نے ان کی امت سے	گذشتہ سب خطاء و درگذر کی سب گناہ بخشے

سلام اللہ کا ان پر سلام اللہ کا ان پر

فَمُحَمَّدُنَا ھُوَ سَیِّدُنَا	وَالعِزُّ لَنَا لِاِجَابَتِہٖ
محمد نام نامی ہے وہی ہیں سید و آقا	اسی میں کامیابی ہے پڑھیں ہم آپ کا کلمہ

سلام اللہ کا ان پر سلام اللہ کا ان پر

خط و کتابت کرتے وقت حوالہ نمبر خریداری ضرور تحریر کریں

अखिल भारतीय पयामे इन्सानियत फोरम

शपथ

पयामे इन्सानियत फोरम–पो. बॉ. ९३, नदवा, लखनऊ–

کل ہند حلقہ پیام انسانیت

حلف

حلقہ پیام انسانیت پوسٹ بکس ۹۳، ندوۃ، لکھنؤ (ٹیلیفون ۲۲۹۴۸)

OATH

I swear to God, my Lord and Creator, and promise that :

(1) If a student, my endeavour shall be directed to intellectual development, betterment of society and service of humanity, and to become a law-abiding citizen capable of leading the Country in future. I shall refrain from violence and breaking the law of the land and dedicate myself to the acquisition of education and service of my Country ;

(2) If an employee, my objective shall be hard and honest work with a view to serving the people. I shall avoid helping myself illegally and indulging in nepotism, slackness and injustice ;

(3) If a trader, I shall abstain from hoarding and profiteering and shall not indulge in economic expoitation of the masses ;

(4) If a teacher, a journalist, a writer or a poet, I shall apply my talents in furtherance of such ideas and ideals which promote humanitarian feelings and keep in check the frailty of human nature, unmannerliness, violence, antipathy, misanthropy and distructive tendencies ;

(5) If I am charged with any public responsibility, I shall strive, within the sphere of my authority, to restore justice to those whom it has been denied ;

(6) To whatever class or section of society I may belong, I will love my Country and extend my love and kindliness, friendship and assistance to all my countrymen, and that,

(7) I shall take interest and co-operate, as far as possible, with the All-India Payam-i-Insaniyat Forum in its programme to salvage the Country from the prevailing ill-will amongst the people and their moral decadance.

Signature ____________

Name ____________ Profession ____________

Full Address ____________

____________ (contact on the following address)

Payam-i-Insaniyat Forum, P.O. Box 93, Nadwa, Lucknow.
(Telephone No. 22948)

کل ہند حلقہ پیام انسانیت کا سہ روزہ کنونشن بمقام لکھنؤ ـــــ بتاریخ ۲۰، ۲۱، ۲۲ مئی ـــــ اسی پتہ پر رابطہ قائم کیجیے

کنوینر حلقہ پیام انسانیت پوسٹ بکس ۹۳ ندوہ لکھنؤ

Regd No. LW/NP 56

Phone 22248 / 28347

TAMEER-E-HAYAT

Fortnightly

(NADWATUL-ULAMA LUCKNOW-226007 (INDIA)

مجمع بحار الانوار

مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء

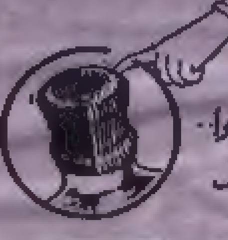
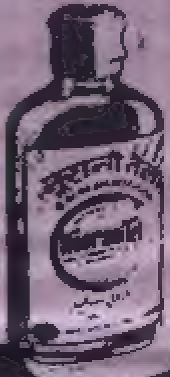

نورانی تیل

درد، زخم، چوٹ، جلنے، کٹنے کی دوا۔

اب شہرے اور ہرے دو رنگے کیپول پر ٹریڈ مارک

دیکھ کر خریدیے۔

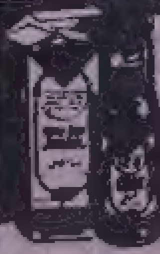

ہند تیل

ہند سی سی ورکس

تعمیر حیات

میں

اشتہار دیکر

اپنی تجارت

کو

فروغ دیجئے

شربت نزلہ

معمولی

کھانسی، زکام

اور نزلے کے لیے

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

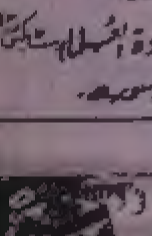

عطر مجموعہ

بہترین چائے کا قابل اعتماد مرکز

عباس علاء الدین اینڈ کمپنی

کپ برانڈ	اسپشل مکچر
گولڈن ڈسٹ	اسپشل ممری
فلاوری اوپی	ہوٹل مکچر

TELEGRAM-

CUP, KETTLY

PHONE No 32220